اسلامی نظام

اور

مغربی جمہوری پارلیمانی نظام

تحریر

سیّد محمّد جمال الدّین کاظمی

امیر تحریک اسلامی انقلاب پاکستان

شعبہ نشر و اشاعت

تحریک اسلامی انقلاب

مرکزی دفتر نزد قمر العلوم ماری پور روڈ کراچی نمبر ۵۳ فون ۷۲۱۵۱۰

اسلامی نظام

اور

مغربی جمہوری پارلیمانی نظام

تحریر

سید محمد جمال الدین کاظمی

امیر تحریکِ اسلامی انقلاب پاکستان

شعبہ نشر و اشاعت

تحریکِ اسلامی انقلاب

مرکزی دفتر نزد قمر العلوم ماری پور روڈ کراچی نمبر ۵۳ فون ۷۴۱۰۵۱

پیش لفظ

پاکستان کو وجود میں آئے اکتالیس سال ہو چکے ہیں لیکن ابھی تک قیام پاکستان کے بنیادی مقصد کی طرف کوئی پیش رفت نہیں ہوئی بلکہ روز بروز ایک الجھاؤ اور تناؤ پیدا کیا جا رہا ہے کہیں مغربی جمہوری نظام سے اسلامی نظام کے تولد کے مژدے سنائے جاتے ہیں تو کہیں اسلام کو بتدریج نافذ کرنے کے عزائم کا اظہار ہوتا ہے کوئی اسلام کے نفاذ کا تو متمنی نظر آتا ہے لیکن اسے ملا ازم (ملا کے اسلام) سے سخت نفرت ہے۔ کہیں سے جدید تقاضوں کے مطابق اسلام کو ڈھالنے کی باتیں سنائی دیتی ہیں کوئی بد باطن اسلامی سزاؤں کو ظلم و بربریت سے تعبیر کرتا ہے تو کوئی کہتا ہے کہ اسلام موجودہ ترقی پذیر معاشرے کی رہنمائی نہیں کر سکتا جدید مسائل کا حل اسلام میں موجود نہیں یہ وہ ناپاک اور سازشی ذہنوں کی اختراعات ہیں جو انہیں اپنے صلیبی آقاؤں سے ورثے میں ملی ہیں اور آج بھی وہ اسلامی نظام کے نفاذ کی منزل کو پیچیدہ اور تاریک بنانے کیلئے شب و روز ایسی کوششوں میں مصروف ہیں ان کی اسلام دشمن ممالک کی یاترا اور تعلقات سے واضح ہوتا ہے کہ یہ کٹھ پتلیاں کن کے اشارے پہ ناچ رہی ہیں۔ دنیائے کفر کو سب سے بڑی تکلیف اسلامی نظام سے ہے کیونکہ اسلامی نظام کے بغیر مسلمان صرف نام کا ہی مسلمان ہوتا ہے اس میں غیرت ملی جذبہ جہاد اور جذبہ حب الوطنی مفقود ہوتا ہے۔ جذبہ جہاد ہی ایک ایسی قوت ہے جس سے کفر کو خوف ہے اور وہ ہر قیمت پر مسلمان سے جذبہ جہاد چھیننا چاہتا ہے کیونکہ اسلامی نظام کے مکمل نفاذ اور جذبہ جہاد کے بغیر نام نہاد مسلم قوم ایک آوارہ وجود سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی پھر نہ وہ کسی کے لئے مفید ہے اور نہ ہی مضر اُسے غیر مسلم اقوام ایک ڈھال سمجھتی ہیں اور حقیقت میں اس کی حیثیت یہی رہ جاتی ہے مفادات کے لئے وہ بلاتمیز ہر ایک کے سامنے اپنے ضمیر کو نیلام کرتا ہے جو رب العالمین اور رحمۃ اللعالمین سے اپنا رشتہ توڑ لیتا ہے تو پھر دنیا میں اُسے کہیں سے خلوص اور حقیقت نہیں ملتی بلکہ ہر شخص اپنے وسائل کے بل پر اُسے استعمال کر کے دھتکار دیتا ہے۔ ایسے لوگ جو ملت سے قطع تعلق کر لیتے ہیں پھر عمر بھر انہیں کفار کی غلامی اور ایجنٹی کرنی پڑتی ہے۔

اس مقصد کے حصول کیلئے اعداء اسلام نام نہاد مسلمانوں کو طمع و لالچ کے جال میں پھنسا کر

اسلام کے خلاف مختلف انداز میں مصروف رکھتے ہیں اور ان کی تمام ناپاک کوششوں کا اہم نقطہ مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ جہاد کا نکال دینا ہوتا ہے اور مسلمانوں سے وہ تلوار چھین لینا ہوتی ہے جس کے آگے آگے چودہ صدیوں تک باطل دوڑتا رہا اور جس نے عدل و انصاف کے قیام کے لئے ارضی وسعتوں سے ظلم وجور کی تاریکیوں کو مٹانے کے لئے مظلوم ومقہور انسانوں کو آزادی اور عزت کی زندگی سے بہرہ ور کرنے کے لئے اور خواتین کی عزت و شرافت کی بحالی کے لئے کبھی فارس میں چمکی تو کبھی افریقہ کے ریگزاروں میں کبھی ہسپانیہ واٹلی میں لہری تو کبھی اس کی روشنی سے سندھ اور مکران کے ظلمتکدے منور ہو گئے۔ ظالموں سفاکوں خدائی کے جھوٹے دعویداروں اور تکبر کے تاجداروں پر وہ ہمیشہ برق صاعقہ بن کر ٹوٹی وہ شمشیر آبدار جب تک مسلمانوں کے ہاتھ میں رہی تو وہ ظلم وستم کے خلاف رعد کی طرح کڑکتی اور چمکتی رہی اور حقوق سے محروم انسانوں کے لئے مرہم کا کام دیتی رہی لیکن آج اسلام کے محیط میں رہنے والوں کو ہی اس لئے استعمال کیا جا رہا ہے کہ وہ پردۂ خوش نیتی میں اس تلوار کو کند کر دیں جذبہ جہاد کو ٹھنڈا کر دیں اس مقصد کے لئے کئی طریقے اپنائے جا رہے ہیں۔ مثلاً محض نفلی عبادات کے چرچے کر کے اور فضائل بیان کر کے عوام کو ان میں یوں مصروف کیا جا رہا ہے تاکہ وہ اس کے علاوہ اسلام کے بعض اہم ارکان کی طرف متوجہ ہی نہ ہو سکیں اخلاص و محبت کے پردہ میں جہاد سے لوگوں کو متنفر کریں۔

آج ملک میں کئی اہم دینی اور سیاسی شخصیات اور ادارے بھی رہبانیت کا درس دینے میں مصروف ہیں۔ ہمیں ہر ایسے شخص یا جماعت سے دور رہنا چاہیئے جو جہاد فی سبیل اللہ کے متعلق کسی قسم کا بھی شبہ پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے یہ تمام کوششیں انتہائی رازداری سے کی جاتی ہیں اور جہاد کی اہمیت یوں گھٹائی جاتی ہے۔ آج جہاد کی کیا ضرورت ہے۔ اب ممالک فتح کرنے کا دور نہیں رہا۔ دین تشدد کی اجازت نہیں دیتا آج تلوار کی جنگ کا زمانہ نہیں ہم ہر طرح کمزور ہیں ہمیں امن وسکون سے وقت گزارنا چاہیئے۔ ہمیں ہر قسم کا اسلحہ خریدنا پڑتا ہے اور ہم اسلحہ کے سلسلہ میں غیر مسلم ممالک کے محتاج ہیں جبکہ غیر مسلم ممالک ایٹمی ہتھیاروں سے لیس ہیں ہم ان کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں اگر ہم نے کوئی حرکت کی تو وہ ہمیں صفحہ ہستی سے مٹا ڈالیں گے۔ ہم خوراک میں بھی ان کے محتاج ہیں وغیرہ وغیرہ

ان باتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج اکثر اسلامی ممالک اپنا دفاع کرنے کی صلاحیت سے بھی محروم ہو گئے جہاد کا راستہ انہوں نے چھوڑا تو مادیت نے انہیں اپنے شکنجوں میں یوں کس دیا کہ وہ بزدل و کاہل بن گئے۔ کچھ لوگ اپنے ملک میں بھی کلمۂ حق کہنے سے محض اس لئے گریز کرتے ہیں کہ کچھ لوگ ان سے ناراض ہو جائیں گے۔ احکام الٰہی کے بیان و اشاعت میں بھی ان کا رویہ معذرت خواہانہ بن چکا ہے یہ سب کچھ ملت کفریہ کے پروپگینڈہ کا وہ حصہ ہے جو غیر محسوس طور پر جاری رہتا ہے اور اس میں نام نہاد مسلمانوں کو ہی استعمال کیا جاتا ہے۔

ملت کفر اسلام کے خلاف اتنی سازشوں میں ہمیشہ کیوں مصروف رہتی ہے اس کی وجہ کیا ہے ملت کفر کو دنیا میں اگر خطرہ ہے تو صرف اسلام سے ہے اسلام کی صداقت سے ہے مسلمان کی شجاعت سے ہے جب تک مسلمان میں جذبہ جہاد و شوق شہادت بیدار ہوتا ہے تو کافر اس کے خوف سے دنیا میں سازشوں کے جال نہیں پھیلا سکتا دنیا بھر کی اقوام کو محکوم بنانے کے اس کے منصوبے کامیاب نہیں ہو سکتے اسلام سے اسی خوف کے باعث ملت کفریہ ہر وقت اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ میں مصروف ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ اس کو ملت اسلامیہ سے کس قدر خوف ہے حال ہی میں راجیو گاندھی نے کہا کہ افغانستان میں اسلامی حکومت کے قیام سے ہمیں سخت پریشانی ہوگی۔ اس نے اسلامی نظام کو بنیاد پرستی کا الزام دیا یونہی مغربی ممالک بنیاد پرست مذہبی جنونی اور کئی قسم کے بیہودہ الفاظ استعمال کر کے اسلام کی حیثیت گھٹانے اور اسلام سے لوگوں کو متنفر کرنے کی مہم میں پیش پیش ہیں امریکہ جو یہودیت کے نرغے میں ہے اس کی سرزمین سے بھی اسلام پر تیر اندازی میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی جاتی ملّا ازم دین ملا وغیرہ جیسے الزامات لگانے والے ملت کفریہ کے پروپگینڈے پر عمل کر رہے ہیں اور نمک خواری کا حق ادا کر رہے ہیں دین اسلام ایک ہی ہے نہ وہ ملاں کا ہے نہ مسٹر کا بلکہ ہر شخص جو بھی صحیح مسلمان ہے دین میں تفریق کا وہ سوچ بھی نہیں سکتا اسلام ملت واحدہ اور وحدت فکر و عمل کا داعی ہے دین سب کا مشترک ہے۔

ایک عنصر تو یہ تھا جس نے اسلام کی منزل کو تاریک بنانے کی کوشش کی اور دوسرا عنصر ان علماء کا ہے جنہوں نے گروہ بندی اور فرقہ واریت کو ہوا دے کر ملت اسلامیہ کے ٹکڑے کر دیئے اور اس طرح صحیح اسلامی قوت انتشار کا شکار ہو گئی تاریخ اسلام شاہد

ایسی مثالوں کی کمی نہیں اسلام کو اتنا نقصان دشمن کی افواج سے نہیں ہوا دشمن کے پروپیگنڈے سے نہیں ہوا جتنا نقصان لے نام نہاد مسلمانوں سے پہنچا انہوں نے پردہ مخولیشیت میں ہمیشہ اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا جب ایک طرف ایسے مارِ آستین اپنی اسلام دشمن کارروائیوں میں مصروف ہوں دوسری طرف علماء باہم دست و گریباں ہوں تو آخر اسلام کے تحفظ کے لئے کون اُٹھے گا۔

یہ منتشر قوتیں کیا کر سکتی ہیں وقت کا تقاضا یہ ہے کہ نفرتوں کو کم کر کے انتشار و افتراق کی فضا کو ختم کیا جائے محبت اور اتحاد کو فروغ دیا جائے تاکہ امتِ مسلمہ متحد و منظم ہو کر باطل کو تاریک غار میں دھکیل سکے علماء کرام نے عوام کو اسلامی نظام سے مکمل آگاہ نہیں کیا جس کے باعث مخالفین کے پروپیگنڈے عوام میں کافی موثر ثابت ہوتے ہیں اسلام کو نہ سمجھنے کے باعث وہ ہر شخص کی بات پر یقین کر لیتے ہیں اور اس طرح وہ موافق و مخالف کو نہ پہچان سکنے کے باعث مخالفین کی ہرزہ سرائی سے متاثر ہو کر اسلام سے متنفر ہو جاتے ہیں۔

میں نے اسی جذبہ اور ضرورت کے تحت اسلامی نظام کے قیام کے لئے براہِ راست اسلامی انقلاب اور جہاد کو موضوع بنایا ہے میرا ایمان ہے کہ اگر ملک میں دین اسلام کو غالب کرنا ہے اور امت مسلمہ کو پھر سے جہانبانی کے لئے تیار ہونا ہے تو پھر ایک ہی راستہ جہاد کا راستہ ہے۔ مغربی طرز جمہوریت کو یہاں سے اس طرح دیس نکالا دینا ہوگا۔ کہ اس کے نام و نشان تک مٹ جائیں میں نے عوام کو ایسی تحریریں دے کر ایک طرف خالص تحقیقی انداز میں جہاد سے منہ موڑ لینے اور مغربی طرزِ جمہوریت کو اپنا لینے کے نقصانات ثابت کئے ہیں اور دوسری طرف اس فکر کو فکر ہی کی حد تک نہیں رہنے دیا بلکہ اسی فکر کی حامل ایک تحریک تحریکِ اسلامی انقلاب پاکستان کی بنیاد رکھ کر دردِ دل رکھنے والوں کے لئے فرائض سے عہدہ برآ ہونے کا موقع فراہم کیا ہے۔ رب ذو الجلال میری اس کوشش کو قبول فرمائے اور عامۃ المسلمین کو اسلام سے آگاہی نصیب فرمائے اور ملک میں اسلامی انقلاب کی خاطر مجاہدانہ کردار انجام دینے کی توفیق ارزانی فرمائے۔

مغربی جمہوری پارلیمانی نظام کی خرابیاں

آج ہمیں اس سے بحث کرنی ہے کہ اسلامی نظام کیا چیز ہے کیونکہ اس حقیقت سے ناآشنا رہنے کے باعث ہم ضلالت وگمراہی کا شکار ہیں انگریزوں کو بے شمار قربانیاں دے کر ہم نے اس ملک سے بالآخر نکال ہی دیا اور ہم نے اس خوشی میں کہ یہ ملک آزاد ہوگیا اور ہم آزاد ہوگئے۔ گھی کے چراغ اس لئے جلائے کہ اب جو ہم چاہیں گے اس ملک میں اپنی صواب دید کے مطابق کریں گے لیکن حقیقت قطعاً اس کے برعکس ہے انگریز ایک ایسی شاطر قوم ہے جس نے اپنا ظاہری تسلط ختم ہونے کا خوف محسوس کرتے ہی ہمیں ذہنی طور پر غلام رکھنے کے حربے آزماتے ہمارے نظام تعلیم نظام عدل اور نظام حکومت کو ایسے خطوط پر استوار کیا کہ آج چالیس سال کی نام نہاد آزادی کے باوجود بھی ہم اس کی رَوش کو اس مضبوطی سے اپنائے ہوئے ہیں کہ ان نظاموں کے خلاف بات سننا بھی گوارہ نہیں کرتے اور ملک کا دانشور طبقہ اور لیڈران کرام کی تو رٹ ہی یہی ہے کہ ہمیں صرف اور صرف مغربی جمہوری پارلیمانی نظام حکومت درکار ہے اس کے علاوہ ہم کسی نظام کو برداشت نہیں کریں گے انگریز کا متروکہ نظام تعلیم ہی ترقی کا ضامن ہے انکا نظام عدل ہی سب نظاموں سے اعلیٰ ہے کتنے افسوس کی بات ہے کہ جس قوم سے ہمیں اتنی نفرت تھی کہ اسے اس سرزمین پر ایک لمحہ کے لئے برداشت کرنے کو تیار نہ تھے اس قوم سے اظہار نفرت کے لئے ہم نے اسے کیا کچھ نہ کہا اس سے جان چھڑانے کے لئے ہم نے کونسی قربانی نہ دی اس ظالم نے ایک طے شدہ پروگرام کے تحت ہمارے نوجوانوں کو کس کس میدان جنگ میں نہ مروایا ہمارے مجبور لوگوں کو اسلام کے خلاف کہاں کہاں استعمال نہ کیا تاریخ گواہ ہے کہ صومالیہ کے درویش صفت مجاہدوں سے لے کر سلطنت عثمانیہ پر حملوں تک بھی ہماری عزت کا جنازہ نکالا گیا اور ہم کو ہی جزائر انڈومان کے مظالم کا شکار کیا گیا اور دوسری جنگ عظیم کا ایندھن بنایا گیا جلیانوالہ کا باغ آج بھی ہمارے خون سے لالہ زار ہے ہمارے ہی لوگوں کے ایمانوں کی خرید و فروخت اور اس خرید و فروخت کے ذریعے مذہبی فرقہ بندیوں اور ملت بیضاء کی تفریق اور باہمی آویزشوں کا موجد کون تھا کیا ہمیں یہ سبق بھی بھول گیا ہے کہ چند ایمان فروشوں کے ضمیروں کو کوڑیوں کے بھاؤ اور جائیدادوں کے عوض خرید کر انہیں نواب۔ خان۔ خان بہادر سردار۔ رئیس کے غلیظ القابوں سے نواز کر ایک مخصوص حلقے کے لئے یزید بے سامان بنا کر اپنے ہی بھائیوں کے حقوق ان کی عزتیں ان کی عزت و وقار ان کے مال و دولت لوٹنے کے لئے انہیں ایک قابض اور فاتح کی حیثیت

دے دی غریب عوام کی ہزاروں ایکٹر اراضی کا اس بے ضمیر کو مالک بنا کر اس علاقے کے لوگوں کو اس کی رعیت بننے پر مجبور کر دیا وہ تمام لوگوں کے حقوق پر سانپ بن کر یوں بیٹھ گیا کہ اسی جیسے انسانوں کے بچے بھوک سے تڑپتے رہے لباس سے محروم رہے مکان تو درکنار جھونپڑی کا سایہ بھی انہیں نصیب نہ ہوا اور ان کے کتے مکھن چاٹتے دودھ پیتے اور ریشمی لحافوں میں آرام کرتے اور بنگلوں میں رہتے رہے۔ غریب کے بچے کو دوا نے کی دوا میسر نہ آئی وہ ایڑھیاں رگڑ رگڑ کر جان دینے پر مجبور اور انکے گھوڑے ہزاروں روپے کے زیورات سے لدے اور میلوں ٹھیلوں کی زینت بنتے رہے لنگے گتے اور گھوڑے اعلیٰ علاج سے فیضیاب ہوتے رہے اس ساری منصوبہ بندی کا نتیجہ احساس محرومی کو ہوا دے کر قوم کے مختلف طبقوں میں فتنہ و فساد کو ہمیشہ کیلئے پیدا کر کے اس شاطر قوم نے ہماری قوم کو ذہنی طور پر مستقل غلام بنا دیا۔ نتیجہ کے طور پر مذہبی فرقہ بندیاں روز بروز بڑھتی رہیں اور وقت گذرنے کے ساتھ ان میں شدت کا پہلو پیدا ہوتا گیا معاشی ناہمواری نے مستقل دو متحارب طبقے پیدا کر دیئے۔ ایک وہ انگریز کا مراعات یافتہ طبقہ جو نواب سے نواب زادے کو خان بہادر سے خان زادے کو رئیس سے رئیس زادے کو جنم دیتا رہا اور نفرتوں کی خلیج بڑھتی گئی اور دوسرا وہ طبقہ جو ہمیشہ بنیادی سہولتوں سے محروم رہا اور محرومیت اسکا نوشتہ تقدیر بن گئی یہ سب کچھ ورثے میں یوں ملا کہ اسے ہم نے نسخہ کیمیا سمجھ کر صرف جوں کا توں ہی برقرار نہ رکھا بلکہ اس میں اضافے اور استحکام کی کوششیں جاری ہیں امتداد زمانہ کے ساتھ اسی معاملے نے کئی نئی صورتیں بھی اختیار کر لیں اور آج بھی مراعات یافتہ طبقہ نہ صرف موجود ہے بلکہ روز افزوں ترقی پر ہے اور اب جاگیروں کے ساتھ امپورٹ ایکسپورٹ پرمٹوں لائیسنسوں اور پلاٹوں کا کاروبار عروج پر ہے اور اب سرمایہ دار بننا سالوں کی بات نہیں بلکہ گھنٹوں کا کھیل بن گیا ہے دراصل یہ سارا کھیل انگریز سامراج نے کیوں رچایا اور اسکو اسکی کیا ضرورت پیش آئی تھی اگر ہم ان عوامل پر غور کریں تو بآسانی یہ نتیجہ سامنے آجاتا ہے کہ انگریز کا تجویز کردہ نظام حکومت مغربی جمہوری پارلیمانی تھا جس کی بنیاد ہی اس مقصد پر رکھی گئی ہے کہ عوام کو مختلف گروہوں میں بانٹ کر ان کے درمیان مقابلہ کرایا جائے اس مقابلہ سے جو قوت حاصل ہو اس کی بنیاد پر حکومت کی جائے اب جب تک عوام کو مختلف گروہوں میں تقسیم نہ کیا جائے اور ان کے درمیان مقابلہ نہ کرایا جائے تو اقتدار کا حصول ناممکن ہے اس طرح جمہوری پارلیمانی نظام اپنی اصل اور ہیئت ترکیبی کے لحاظ سے ہی گروہ بندی اور محاذ آرائی کو چاہتا ہے کیونکہ اس کے بغیر وہ باقی نہیں رہ سکتا یعنی اگر چند پارٹیاں وجود میں نہ ہوں تو مقابلہ کس کے درمیان ہوگا اور مقابلہ نہ ہوگا تو کامیاب و ناکام کیسے ٹھہرایا جائے گا اس لیئے اس نظام کا

وجوہی گروہ بندی انتشار محاذ آرائی اور فتنہ و فساد کا مرہون منت ہے دوسرے نمبر پر یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ انگریز کا حکومت کرنے کا ایک اہم اصول یہ بھی تھا کہ لڑاؤ اور حکومت کرو وہ ہمیشہ عوام کے مختلف طبقوں میں اختلاف پیدا کرتے اس طرح عوام آپس میں لڑتے رہتے اور وہ آرام سے حکومت کرتے چونکہ اس وقت ہمارے ملک میں بھی جمہوری پارلیمانی نظام رائج ہے اس لئے جو بھی حکمران برسر اقتدار آتے ہیں وہ انگریزوں کے لڑاؤ اور حکومت کرو کے اصول پر بھی عمل پیرا ہوتے ہیں۔

لسانی صوبائی مذہبی اختلافات اسی فکر کا نتیجہ ہیں اسی لئے قوم کو آپس میں لڑایا جاتا ہے ظالموں کی حوصلہ افزائی اور غلط کاروں کی سرپرستی کی جاتی ہے تاکہ مستقل طور پر قوم ایسے طبقوں میں تقسیم رہے جنکے درمیان حقوق زبان ملازمتوں عدل و انصاف صوبائیت علاقائیت قومیت رنگ و نسل وغیرہ جیسے مسائل ان کے درمیان اختلافات کا موجب بنے رہے وہ اپنی تمام صلاحیتیں اور توانائیاں اپنے جیسے ہی افراد قوم کو نیچا دکھانے میں صرف کرتے رہے اور اس طرح انتشار سے ان کی قوت ضائع ہوتی رہے تاکہ وہ کبھی با اقتدار گروہ کے لئے خطرہ نہ بن سکیں ان عنوانات سے قوم کو اس لئے تقسیم کیا جاتا ہے۔ تاکہ ان کی سوچ میں ہم آہنگی پیدا نہ ہو وہ متحد و منظم نہ ہو سکیں۔ کیونکہ قوم اگر متحد ہو جاتی ہے تو کوئی ظالم غاصب حکمران خواہ وہ کتنی قوت ہی کیوں نہ رکھتا ہو اس متفق متحد اور منظم قوم پر کسی طرح بھی تسلط برقرار نہیں رکھ سکتا ان متنازعہ مسائل سے قوم کو تقسیم کرنے کا فائدہ حاصل ہو جانے کے بعد حکمران طبقہ اس سے چند قدم آگے بڑھ کر عوام کی قوت کو دیر تک مفلوج رکھنے کے لئے ایک اور کاری ضرب اس طرح لگاتا ہے کہ اس تقسیم کے عوامل میں شدت پیدا کر کے متحارب گروہوں کو عملاً برسر پیکار بنا دیتا ہے اور آمادہ جنگ کر دیتا ہے اس طرح رعایا آپس میں لڑتی مرتی رہتی ہے اور حکام آرام سے سب کا خون چوستے رہتے ہیں۔

انگریز کی میراث میں سے ہمیں جو انتہائی خوفناک چیز ملی ہے وہ " افسر شاہی " ہے جس نے اپنی وسیسہ کاریوں سے عوام کو یوں لوٹا یوں تباہ کیا اور عوام پر اختیارات کے باعث یوں حکمرانی کی کہ عوام کے لئے ایک سپاہی بھی راجہ داہر سے کم ثابت نہیں ہوتا چھوٹے سے لے کر بڑے تک عام افسران اپنے مفادات کے لئے ملکی نظام کو اس طرح ترتیب دیتے اور چلاتے ہیں کہ انہیں تمام ملکی اور عوامی وسائل اور دولت پر قبضہ رہے اور وہ اپنی اولاد در اولاد تک کے لئے ہی نہیں بلکہ کئی پشتوں تک آنے والی نسل کے لئے دولت اور وسائل دولت کے ڈھیر لگا جائیں اسی شوق میں وہ دنیا کا ہر برا کام کرتے ہیں اور معاشرے کو ہزاروں بیماریوں اور خرابیوں کی آماجگاہ بنا دیتے ہیں انگریز کا یہ تیسرا بھیانک اور پر خطر پروگرام تھا اسکی اہمیت اس لئے بھی بڑھ جاتی

ہے کہ انگریز غاصب تمام اسی گروہ کے افراد بنتے یعنی افسری تو صرف انگریز کو ہی زیبا اور جائز تھی کیونکہ وہ قابض و فاتح تھا۔ اس طرح اس نے اس شعبہ کو ہر قسم کے خطرات سے محفوظ کرنے اور اس شعبہ کے افراد کو ناقابل تسخیر بنانے کے لئے اپنی تمام کوششیں صرف کر دیں آج بھی انہی کوششوں کا یہ نتیجہ ہے کہ مغربی جمہوری پارلیمانی نظام کے تحت افسروں کو وہ مقام حاصل ہے کہ ملک کا صدر بھی ان کے خلاف کچھ کرنے کی پوزیشن نہیں رکھتا۔ اس طرح رشوت سفارش اختیارات کا ناجائز استعمال ملکی وسائل کو اپنی مرضی سے اپنے درمیان یا اپنے پسندیدہ لوگوں میں تقسیم کرنا افسر شاہی کے اختیار میں ہے۔ مغربی جمہوریت کا نظام عدل جو ہمیں میراث میں ملا ہے اور آج تک جسکو ہم بڑی عقیدت اور محبت سے اپنے اوپر مسلط کئے ہوتے ہیں اس کو بھی یوں ترتیب دیا گیا ہے کہ ہر با اختیار حاکم آپ کو مافوق الفطرت چیز معلوم ہوگا آج چالیس سال گذر جانے کے باوجود اس ملک کی عدالتوں میں وہی افسوس ناک مناظر دیکھنے میں آتے ہیں جب جج صاحبان تشریف لاتے ہیں تو ان کے آنے اور ان کے استقبال کا عجیب انداز ہوتا ہے۔ پہلے فرش بجایا جاتا ہے پھر ایک کلاہ و شیروانی میں ملبوس مخصوص شکل و صورت کا سپاہی ہاتھ میں بہت بڑا تانبے کا عصا لئے ہوئے یوں چل رہا ہوتا ہے جیسے وہ اس کائنات کا کوئی اہم ترین عضو ہے۔ جس کے بغیر شاید یہ نظام کائنات ادھورا رہ جائے گا۔ پھر مائی لارڈ کی گونج گرج اور آرڈر آرڈر کی رعب آفرین آوازیں ماحول میں اجنبیت خوف و ہراس پیدا کرنے میں کوشاں نظر آتی ہیں آپ کو جج کے لمبے چوڑے کمرے میں کوئی ایسی حرکت نہ کرنا ہوگی جو عدالت کی عزت و وقار میں کمی کا باعث بن سکے انتہائی باادب خاموش نگاہیں جھکاتے ہوتے منہ بند کئے ہوتے بیٹھنا ہوگا اگر آپ نے ان شرائط پر مکمل عمل نہ کیا اور آپ سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی تو یہ توہین عدالت شمار ہوگی اور اس کے لئے مجوزہ سزا یا جرمانہ آپ پر عائد کیا جائے گا۔ اس عدالت میں آپ اپنا کیس خود پیش کرنے کے مجاز نہیں ہیں آپ براہ راست جج سے اپنی کوئی تکلیف بیان نہیں کر سکتے خواہ آپ کا بیٹا یا بھائی قتل ہو چکا ہو یا آپ کی زندگی کا تمام اثاثہ لُٹ چکا ہو آپ کا گھر جل چکا ہو آپ کی عزت پامال ہو چکی ہو۔ آپ کی کوئی آہ و زاری آپ کی زبان سے نہ سنی جائے گی پہلے آپ کو وکیل صاحب کی خدمات خریدنا ہوں گی اور آپ اپنے آپ کو رہن رکھ کر ان کی فیس ادا کریں گے ان کے منشی کو راضی کرنا ہوگا کس قسم کے کاغذات خریدیں گے تب جا کر معاملہ کچھ سیدھا ہوگا اور وکیل صاحب جا کر کیس داخل کریں گے اس وقت بسائل (مدعی) کا ایک دفعہ پھر خون فاسد نکالنے کے لئے اپریشن ہوگا اس طرح آئندہ آپکی زبان بند ہو جائے گی اور آپ سے عدالت تمام حقوق انسانی سلب کر لے گی اور اب آپ ہمیشہ کھڑے اپنی قسمت کا فیصلہ ہوتا دیکھا کرینگے۔ یہ ہے وہ نظام عدل جو

ہر شک کے فائدے دیکر قتل انسانی کو رائیگاں کر دیتا ہے اور قاتل بری ہو کر خون انسانی کا منہ چڑاتا ہے اور آئندہ قتل کے لئے اس کے اندر حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے آپ خالق ارض وسماء کے حضور تو اپنی زبان سے اپنی تکلیف بیان کر سکتے ہیں۔ آپ قاضی اسلام کے سامنے کسی واسطہ اور تکلیف کے بغیر براہ راست ابتدا مقدمہ اپنی تکلیف پیش کر سکتے ہیں۔ نہ آپ پر کوئی پابندی ہے اور نہ ہی دروازوں پر آپ کو کوئی روکنے والا ہو گا۔ لیکن انگریز کا عطا کردہ یہ نظام عدل جو تمام مظالم کا بذات خود مجموعہ ہے آپ عدل وانصاف کے حصول کے نام پر عدل حاصل کرنے تک سینکڑوں مرتبہ لُٹ جاتے ہیں اور ایک عدل کے غیر یقینی حصول تک کئی مرتبہ یقینی مظالم کا شکار ہو جاتے ہیں اور اس سے زیادہ افسوسناک پہلو یہ ہے کہ حاکم کے غلط فیصلے پر آپ اپیل تو کر سکتے ہیں۔ لیکن اس غلط کام کرنے والے کا کوئی محاسبہ نہیں ہو سکتا وہ اپنے غلط فعل پر کسی کے سامنے جوابدہ نہیں ہے۔ گویا وہ سیاہ وسفید کا مطلق العنان مالک ہے اس کا قلم جو چاہے لکھدے وہ ایک جنبش قلم سے کسی کو لاکھوں کروڑوں روپے کا مالک بنا سکتا ہے اور یوں ہی مالک کو محروم کر سکتا ہے بے گناہ کو تختۂ دار پر لے جا کر بے گناہی کے جرم میں اس کا زندگی سے ہمیشہ کے لئے تعلق ختم کر سکتا ہے اور گناہ گار قاتل کو باعزت بری کر سکتا ہے قلم کی ایسی جولانیاں عمداً اور سہواً ہو سکتی ہیں لیکن اس تمام کارروائی میں نہ تو وہ کسی کے سامنے جوابدہ ہے اور نہ ہی اس سے کسی کو محاسبہ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ اختیارات کی ایسی فراوانی ہی رشوت اور سفارش کا سبب بنتی ہے حاکم بلا خوف رشوت لیتے ہیں اور سائل دینے پر آمادہ ہوتے ہیں محض اس لئے کہ حاکم چونکہ بے پناہ اختیارات کا مالک ہے اور اسے اپنے کسی بھی فعل پر کسی کے سامنے جوابدہی نہیں کرنی یہ اس کے اختیار میں ہے کہ جو چاہے لکھ دے حاکم کا قلم ہی سب سے بڑا قانون ہے حاجتمند کو معلوم ہے کہ حاکم کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ جو چاہے لکھ دے اس نے جو لکھ دیا وہ ہی فیصلہ ہے لہٰذا میرے مقدر کا فیصلہ حاکم کی خوشی پر ہے اب ایسی حالت میں حاکم کی رضا اور خوشنودی کا حصول ضروری ہو جاتا ہے۔ یہی وہ کربناک وجہ ہے جس کے باعث رشوت ایک ضرورت بن کر اپنے وجود کو تسلیم کرا کے دنیا کے تمام قوانین کو ناکارہ بنا کر رکھ دیتی ہے ایسی صورت میں صرف وہی قانون اس کی درست بُردے بچ سکتا ہے جس میں اس سے قوی عنصر شامل ہو اور وہ صرف اور صرف خوف خداوندی ہے جو اسلامی نظام کو بد عنوانیوں سے زبردست تحفظ فراہم کرتا ہے۔ خشیت الٰہی ایک ایسا محافظ و محاسب ہے۔ جو اپنا رنگ دکھائے بغیر نہیں رہ سکتا چند افراد تو خشیت الٰہی سے محروم ہو سکتے ہیں لیکن ہر مقام پر تمام افراد خشیت الٰہی

سے خالی نہیں ہو سکتے اور ایسے ہی افراد بدعنوان لوگوں کے راہ کی رکاوٹ بنتے ہیں ۔ مغربی جمہوری پارلیمانی نظام کے نظام عدل کے سلسلہ میں آجکل سستے اور جلد انصاف کے حصول کی اصطلاحوں کا استعمال زد وں پر ہے درحقیقت یہ اتنا بڑا جھوٹ لغو بے معنی باتیں ہیں جنہیں کہنے والوں کو شرم محسوس کرنی چاہیئے کیونکہ جب نظام ہی ایسا ترتیب دیا گیا ہے کہ ہر معاملہ کی اپیلوں کا سلسلہ چار پانچ عدالتوں تک کم و بیش پہنچتا ہے ہر عدالت کے فیصلہ ہی کے بعد ایک مخصوص مدت اپیل کے لئے مختص ہوتی ہے ۔ اس کے بعد کیس قابل سماعت یا ناقابل سماعت کی جانچ پڑتال اور اس کے بعد فرد جرم عائد کرنے اور تاریخوں کا غیر متناہی سلسلہ آج مدعی کا وکیل مصروف ہے تو دوسری تاریخ پر مدعا علیہ کا وکیل حاضر نہیں اور دونوں حاضر ہیں ۔ تو سرکاری وکیل حاضر نہیں پھر فریقین کے گواہوں کے بیانات پھر اس پر جرح اور اس کے بعد وکلاء کی بحث جواب اور جواب الجواب ایسے نظام کے تحت سستے اور جلد انصاف کی توقع کوئی بھی عقلمند کر سکتا ہے ۔ ہر کیس کے لئے وکیل کرنا ضروری ہے اور درجہ بدرجہ جتنے وکیل کرنے ہوں گے ۔ عدالت کے مقام کے مطابق وکلاء کی فیس اور مقام بھی متعین ہیں اسی نسبت سے فیس میں کمی بیشی ہوتی ہے پھر قانون اس قدر ناقص ہے کہ ہر شخص اس کی اپنی مرضی سے تشریح کرتا ہے اور موجودہ قانون موم کی ناک کی طرح ہر قانون دان کی ذاتی تحقیق و تشریح کو قبول کر لیتا ہے اسی نظام عدل کی ایک اور اہم خرابی یہ بھی ہے کہ مجرم کو بچانے اور جرم کو جھوٹ ثابت کرنے کے لئے اسی نظام نے وکیل رکھنے کی اجازت دے رکھی ہے بلکہ ضروری قرار دیا ہے یہ کتنی مضحکہ خیز بات ہے کہ نظام عدل ہی عدل کی بیخ کنی کے لئے باقاعدہ تربیت یافتہ افراد مقرر کرنے کی اجازت دیتا ہے حالانکہ کوئی بھی نظام عدل عدل و انصاف کی راہ میں رکاوٹ بننے والی چیز کو نہ تو برداشت کرتا ہے اور نہ ہی اس کی اجازت دیتا ہے بلکہ عدل کا تو یہ تقاضہ ہے کہ جلد سے جلد معاملہ کی حقیقت کو جان کر اس کے متعلق فیصلہ کر کے اس پر عمل کرایا جائے تاکہ سائل کو بلا تاخیر اپنا حق مل سکے معاملہ کی حقیقت پر پہنچنے سے روکنے کا اہتمام صرف ایسے ہی نظاموں میں کیا گیا ہے جن نظاموں میں ایسی قباحتیں موجود ہیں ان کو نظام عدل کہنا ہی سراسر ظلم اور زیادتی ہے اسلامی نظام میں وکلاء صرف حاکم کے تعاون اور اس کے معاملہ کو آسان بنانے کے لئے ہوتے ہیں وہ بھی اگر مدعی یا مدعی علیہ خود چاہتا ہے تو مقرر کر سکتا ہے لیکن انہیں کسی حالت میں بھی خلاف واقع بات کرنے کی اجازت نہیں ہوتی اور اگر وہ کسی ایسی کوشش میں ملوث پائے جائیں تو ان کو بھی جھوٹے شاہد کے زمرے میں شامل ہو کر سزا کا مستحق ہونے سے کوئی قوت نہیں بچا سکتی مروجہ نظام عدل کے لئے پیشہ ور گواہ ہوتے ہیں جو چند روپے لے کر جو بھی کوئی چاہے اس قسم کی گواہی دے دیتے ہیں عدالتوں میں ایک گواہ کئی کئی کیسوں میں بطور شاہد

ظاہر ہوتا ہے لیکن مروجہ قانون اسے اس ذلیل حرکت سے باز رکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا جب آپ انتظام کی طرف نظر دوڑائیں گے تو آپ کو ایسے ایسے روح فرسا بھیانک اور ننگِ انسانیت واقعات کا علم ہوگا کہ آپ انہیں شنیدا بھی گوارہ نہیں کریں گے مثال کے طور پر پولیس جب کسی قتل کی رپورٹ درج کرنے اور تفتیش کرنے جاتی ہے تو مقتولوں کے ورثاء کا جبر نقصان یا ہمدردی یا اشک شوئی یا انصاف کی یقین دھانی کرانے کے بجائے ان کے گھر پہ کئی پولیس والے جاکر ڈیرہ لگا دیتے ہیں اور پھر ان مظلوموں کے گھر میں جب تک کچھ بھی باقی ہوتا ہے صاف نہیں کر لیتے وہاں سے ہٹنے کا نام نہیں لیتے اگر مقتول غریب آدمی تھا تو اس کی رپورٹ اور تفتیش کرتے ہی اُس کے کیس کو ختم کر دیا جاتا ہے آپ نے بھی شاید مقتول اور قاتل کی طرف سے رشوت کی بولی ہوتی دیکھی ہو گی یہ تو موجودہ حکومت بھی تسلیم کر چکی ہے اور ایسی خبریں آئے روز اخبارات کی زینت بنتی ہیں کہ منشیات کے اڈوں چوروں ڈاکوؤں جوا خانوں میں تو باقاعدہ پولیس کا حصہ ہوتا ہے درحقیقت اس میں بھی سب سے بڑا ہاتھ خود حکومت کا ہوتا ہے وہ پولیس کو اتنی کم تنخواہیں دیتے ہیں کہ پولیس والے گذر بسر کرنے کے لئے رشوت لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں مجبوری کے باعث شروع ہونے والی یہ لعنت آگے جاکر عیاشی میں تبدیل ہو جاتی ہے بہر حال یہ شعبہ اتنا تاریک اور مظالم سے لبریز ہے کہ اس کے لئے علیحدہ ایک کتاب لکھی جائے تو بھی کم ہے۔ پولیس والے سڑک پر کھڑے بھیڑیوں کی طرح کیسے گاڑیوں پر لپکتے ہیں کیسے بھتے لیتے ہیں بڑے مقدمات یا بڑے دکانداروں سے لے کر ریڑھی لگانے والے تک کو کس طرح لوٹتے ہیں دھنیا اور مرچ سے لے کر گوشت تک وہ ریڑھی والوں سے زبردستی لیتے ہیں اور اگر وہ انکار کر لیں تو باسی اشیاء فروخت کرنے کے الزام میں یا تجاوزات کے بہانے ان کا سارا سامان چھین لیا جاتا ہے ریڑھی تھانے پہنچ جاتی ہے اور مالک حوالات میں بند ہو جاتا ہے۔

بہر حال اس نظام کی چند بہت بڑی خرابیوں میں سے ایک رحم کی اپیل بھی ہے جس نے مروجہ نظام میں گورنروں اور صدر مملکت کو اختیار دے رکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ صدر اور گورنر جس قاتل کو چاہیں اس کی سزا معاف کر سکتے ہیں اور یہ حق ان کو حاصل ہے کہ جب چاہیں جس قاتل کو چاہیں کسی جواز یا قاعدے قانون سے بالاتر ہو کر اپنے شاہانہ فرمان سے قاتل کو معاف کر سکتے ہیں اس کی سزائے موت بھی ختم کر سکتے ہیں اور بری بھی کر سکتے ہیں اس سے بڑا ظلم دنیا میں کون سا ہو گا عدالتیں یہ ثابت کر لینے کے بعد کہ یہ شخص واقعی قاتل ہے اور اس نے اس بدترین جرم کا ارتکاب کیا ہے اس ثبوت کے

اسکو سزائے موت سنائی گئی جسے شرعاً عقلاً مقتول کے ورثاء کے بغیر کوئی بھی شخص خواہ وہ صدر ہو یا گورنر معاف کرنے کا قطعاً قطعاً مجاز نہیں مقتول کے ورثاء کے ساتھ رحم کے اختیارات کے استعمال سے بڑھکر ظلم اور کیا ہو سکتا ہے جبکہ اس صورت میں ورثاء کو (دیت) معاوضہ بھی نہیں دلایا جاتا بلکہ صدر صاحب کے موڈ پر ایک انسانی جان نچھاور ہو جاتی ہے ورثاء کو حسرت نامرادی غم واندوہ کے پہاڑوں کے علاوہ اس نظام نے کیا دیا ایسے نظام پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے کیا یہی عدل وانصاف ہے جس کے ڈھنڈورے پیٹے جاتے ہیں مغربی جمہوری پارلیمانی نظام معیشت بھی انگریزوں نے خالص اپنے حالات اور ضروریات کے مطابق ترتیب دیا ہے اور وہ یہ کہ تمام وسائل اور دولت چند افراد کے گرد گھومتے ہیں ایک فاتح اور غاصب قوم کی حیثیت سے انگریز استعمار کا کسی ملک پر قبضے کا اہم مقصد وہاں کے مال و دولت اور وسائل کو اپنے ہی لوگوں کے لئے مخصوص کرنا ہوتا ہے اس طرح وہ چند قابضین اور ان کے چند کاسہ لیس پورے ملکی وسائل دولت کو اپنے لئے خاص کر لیتے ہیں ان چند لوگوں کے علاوہ وسائل سے محروم عوام شکم پوری کے فکر میں زندگی کے لیل و نہار گذار دیتے ہیں مقبوضہ ملک سے حاصل کی ہوئی دولت وہ اس ملک کی تعمیر وترقی پر خرچ کرنے کی بجائے اپنے اصلی وطنوں کو منتقل کرتے رہتے ہیں آج بھی ان ہی کی معنوی اولاد کا وہی طرز عمل آپ بخوبی ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ سرمایہ دار جاگیر دار اور مقتدر طبقہ سرمایہ کاری کے لئے بیرونی ممالک کو ترجیح دیتے ہیں اور بیرونی ممالک کے بینکوں میں بڑی بڑی رقمیں جمع کراتے ہیں اور اپنے ملک سے لوٹی ہوئی دولت سے اپنے دینی دشمنوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں ان کے نزدیک اپنے ملک کے تحفظ اور بقا کا مسئلہ نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنی ذات اور اپنی دولت کو محفوظ دیکھنا چاہتے ہیں اور اپنے ملک میں چور کی طرح زندگی گذارتے ہیں کہ جب بھی ان کو خطرہ پیدا ہو فوراً وہ اس ملک میں منتقل ہو جائیں جہاں ان کے کاروبار اور بینکوں میں ان کی رقوم موجود ہوتی ہیں یہ دوہری شہریت رکھنے والے مفاد پرست اپنے ملک کے کس طرح خیر خواہ بن سکتے ہیں جو اپنا تحفظ دیگر غیر اسلامی ممالک میں سمجھتے ہیں جب ایسے لوگ ملکی سیاست پر بھی قابض ہو جائیں تو ان سے ملکی تحفظ عوام کی خوشحالی مذہب کی سربلندی اور افراد قوم میں اخوت ومحبت کی فضا پیدا کرنے کی کیا توقع کی جا سکتی ہے بلکہ وہ تو اپنے ان ہی بے دین آقاؤں کے اشاروں پر چلتے اور ملت اسلامیہ کے ہر عضو کو معطل کرنے کی کوشش میں مصروف ہوتے ہیں ان کی حیثیت ملک میں بیرونی ممالک کے ایجنٹ اور جاسوسوں کی ہوتی ہے تعجب ہے کہ ہمارا ملکی قانون ان کو اتنی بڑی خیانت سے روکنے کے قابل ہی نہیں ہے اس کی بنیادی وجہ بھی یہی ہے کہ ایسے ہی سفید فام آقاؤں کے غلام ہماری ملکی سیاست

اور قانون سازی پر مسلط ہیں۔

اس طرح وہ لوگ ملک سے دولت منتقل کرکے ملکی معیشت کو تباہ کر دیتے ہیں جس کے نتیجہ میں بے روزگاری اور بھوک افلاس کا عوام شکار ہو جاتے ہیں۔

مغربی جمہوری نظام کا طریقۂ انتخاب بھی انتہائی فرسودہ بیہودہ اور ظالمانہ ہے اس کی ہر کڑی اسلام سے براہ راست متصادم ہے لیکن انتہائی افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے داعی اب تک اسی طریقہ انتخاب کے ذریعہ حصول اقتدار کی امید لگاتے بیٹھے ہیں اور وہ اسی راہ پر چل کر ملک میں اسلامی نظام نافذ کرنا چاہتے ہیں اکتالیس سال کے تجربوں سے انہوں نے کچھ بھی نہیں سیکھا ہر آنے والے الیکشن کے وقت وہ ماضی کو بھول کر نئی امیدوں اور نئے عزائم سے انتخابات میں حصہ لینے کے لئے بے قرار نظر آتے ہیں قوم کی یہ بدقسمتی ہے کہ ایسے لوگ ہمیشہ خوش فہمی میں مبتلا رہتے ہیں اور ہر الیکشن کے بعد وہ اسلامی نظام کے نفاذ کی منزل کو دور تر کر دیتے ہیں بار بار کے تجربوں کے باعث اب تو قوم مایوسی کا شکار ہو چکی ہے اور ہر شخص یہ سمجھنے پر مجبور ہو گیا ہے کہ اسلام کا نام سیاسی لوگ محض ووٹ حاصل کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں کوئی بھی اسلامی نظام کے نفاذ میں مخلص نہیں ہے پھر اسی فکر کو صدر ضیاء الحق کے دعاوی اور ان سے انحراف نے اور تقویت پہنچائی انہوں نے گیارہ سال اسلام کے نام پر حکومت کی اور ملک میں کتنے بڑے بڑے اقدامات کیئے ریفرنڈم اسلامی نفاذ کی بنیاد پر کرایا عوام نے ریفرنڈم میں اسلام کے متعلق اظہار رائے کرکے یہ ثابت کر دیا کہ وہ دل کی گہرائیوں سے اسلامی نظام کا نفاذ چاہتے ہیں لیکن صدر صاحب نے تو صرف اپنے آپ کو صدر تسلیم کرانے کے لئے ریفرنڈم کرایا تھا اسلام کا نام استعمال کرنا تو ان کا پرانا حربہ ہے جسے وہ بوقت ضرورت استعمال کر کے لوگوں کے منہ بند کر دیتے ہیں اب انہوں نے مرکزی اور صوبائی حکومتوں اور اسمبلیوں کو توڑنے کا جواز بھی ان کی اسلام سے عدم دلچسپی کو بنایا ہے لیکن چند روز بعد جو آرڈیننس انہوں نے نافذ کیا ہے وہ قوم کے ساتھ پہلے مذاقوں کی بہ نسبت بہت بڑا اور بہت ہی ترقی یافتہ فریب ہے اب پھر اسلام کو ٹھنڈی سڑک پر ڈال دیا گیا ہے اور اب اسلامی نظریاتی کونسل جیسی کئی کمیٹیاں بنیں گی اور اس طرح رپورٹوں کا تبادلہ ہوتا رہے گا اور یہ آرڈیننس قومی اسمبلی کی منظوری کا بھی محتاج ہے۔ صدر صاحب جو ایک لمحہ میں ملک میں اتنا بڑا انقلاب لا سکتے ہیں قانونی اور دستوری حکومتوں اور اسمبلیوں کو چشم زدن میں توڑ سکتے ہیں تو کیا وہ اسی طرح اسلامی نظام نافذ نہیں کر سکتے اب جس اسلام کی انہوں نے ابتداء کی ہے ایسا ماڈرن اسلام مسلمانان پاکستان کو درکار نہیں بلکہ یہاں کامل و مکمل اسلامی نظام کے نفاذ کی ضرورت ہے ہائیکورٹ کے

ججوں کا محتاج اسلام یہاں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا یہ نیا آرڈی نینس اسلامی نظام کو بدنام کرنے کا باعث ہوگا آخر وہ کونسی مشکل صدر صاحب کو درپیش ہے کہ وہ مکمل اور صحیح طریقہ پر اسلامی نظام نافذ نہیں کرنا چاہتے ملک کی ضرورت کے مطابق قاضی موجود ہیں ایک دو دن میں ان کا تقرر کیا جا سکتا ہے اور اس طرح بلا تاخیر ملک میں اسلامی نظام نافذ ہو سکتا ہے اگر کچھ انتظامی مشکلات ہیں تو وہ دنوں کا مسئلہ ہے مہینوں اور سالوں کا تو نہیں گیارہ سال میں سب نے صدر ضیاء الحق کا اسلام دیکھ لیا ہے۔ گیارہ سال میں وہ نظام صلوٰۃ و زکوٰۃ کو بھی صحیح طور پر نافذ نہیں کر سکے تو آخر ان کو اس رفتار سے کتنا عرصہ اور درکار ہوگا جسمیں وہ مکمل اسلامی آئین نافذ کر سکیں گیارہ سال کے تجربات کی روشنی میں یہ کہنا قطعاً غلط نہ ہوگا کہ صدر صاحب اسلامی نظام قطعاً نافذ نہیں کرنا چاہتے ورنہ تدریجی عمل کے بہانے اور کبھی مشوری کی نامزدگی کبھی قومی اسمبلی کے الیکشن کبھی مارشل لاء کبھی سول مارشل لاء یہ سب کچھ اقتدار کو طول دینے کے بہانے ہیں ورنہ شورائی نظام کیوں ختم کیا گیا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ لنگڑی لولی بے اختیار ضیائی مشوری تھی اس سے کسی نیک کام کی توقع بھی نہیں کی جا سکتی تھی لیکن اس کے باوجود مغربی جمہوری پارلیمانی نظام سے ہٹ کر اسلامی نظام کے نفاذ کی راہ تو تھی پھر کس مجبوری کے تحت صدر نے اس راہ کو چھوڑا جس کا ڈھنڈورہ وہ صبح شام پیٹ رہے ہیں اس کے بعد پھر انہوں نے مغربی جمہوری پارلیمانی نظام کی راہ اختیار کی یہی ان کا تدریجی عمل ہے ان کی یہ تدریج کیا تدریج معکوس ہے وہ آگے کی بجائے پیچھے کو چلتے ہیں اور اب پھر وہ الیکشن کے لئے بے تاب ہیں اور ان کے مغربی سرپرست بھی جمہوریت کی بحالی کو تمام عنایات شاہانہ کو جاری رکھنے کے لئے جمہوری عمل بحال کرنے کو شرط قرار دے رہے ہیں ورنہ ستر ارب روپے کا چندہ نہیں ملے گا بہر حال انتہائی افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ صدر صاحب اپنے مشاغل تمام اقدامات خواہ وہ کتنے بڑے اور مشکل کیوں نہ ہوں بغیر کسی ہچکچاہٹ کے کر گذرتے ہیں لیکن یہ صرف اسلامی نظام کا نفاذ ہی انہیں ایسا مسئلہ نظر آ رہا ہے جسے کرنے سے وہ ہمیشہ گریز کرتے ہیں حالانکہ ایران میں ایک ہی حکم سے اسلامی نظام نافذ ہو گیا کیونکہ وہاں کے حکام نافذ کرنا چاہتے تھے حالانکہ ان کے ملکی حالات اس اقدام کے لئے بہت پیچیدہ تھے لیکن ان کا ارادہ صحیح تھا ارادے میں سچائی اور خلوص کے باعث تمام مشکلات ختم ہو گئیں اور مکمل اسلامی نظام کامیابی سے جاری ہے ہمارے ملکی حالات تو اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے بہت سازگار رہیں بلکہ قوم تڑپ رہی ہے کہ کوئی مسیحا آئے کہ ہم بھی پاکستان میں اسلام کی بہاریں دیکھ سکیں انتخابات تحاریک اور ریفرنڈم کے ذریعہ قوم بار بار اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے بے تابی اور بے قراری کا اظہار کر چکی ہے جانی و مالی قربانیاں دے کر اور قید و بند کی صعوبتیں

برداشت کرکے بھی قوم نے یہ واضح کر دیا ہے کہ اسلامی نظام کا نفاذ ہماری دینی اور ایمانی ضرورت ہے۔ ہم اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے اس کے باوجود اسلامی نظام نافذ نہ کرنا صدر صاحب کے پر اسرار عزائم کا واضح ثبوت ہے اپنے دور اقتدار میں صدر نے اسلام کے متعلق جو ادھورے اقدامات کئے ہیں ان سے اسلام کو ہمیشہ ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے اسلام اپنے مزاج کے اعتبار سے مکمل نظام کے نفاذ کا تقاضا کرتا ہے اسلامی نظام کا مفاد اس کے مکمل نفاذ کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا لہذا اس کے کچھ حصہ کو نافذ کرنا اسے ناکام اور بدنام کرنے کے مترادف ہے اب قوم کے لئے ایک ہی راستہ اور حل باقی ہے اور وہ براہ راست "اسلامی انقلاب" ہے۔ جو لوگ بھی مغربی جمہوری نظام کے طریقہ انتخاب کے ذریعہ کامیاب ہو کر اسلام نافذ کرنے کے دعویدار ہیں وہ تمام دانستہ یا نادانستہ ایسی راہ پر چل رہے ہیں جس کے ذریعہ کبھی بھی اسلامی نظام نافذ نہیں ہو سکتا یہ خود فریبی بھی ہے اور فریب اور دھوکہ بھی ان تمام لوگوں کی نیت پر شبہ کرنا ہماری مجبوری ہے کیونکہ ۱۹۸۶ء سے پہلے میں بھی اسلامی نظام کے نفاذ کا حل اسی طریقہ انتخاب کو سمجھتا تھا لیکن جب مجھے ایک بندۂ خدا نے اس راہ کے خطرات سے آگاہ کیا تو میں نے بھی اس پر گہرا غور کرنا شروع کر دیا جس کے بعد مجھ پر یہ عیاں ہو گیا کہ اسلامی نظام کے نفاذ میں واقعی مغربی جمہوریت اور مروجہ طریقہ انتخاب سب سے بڑی رکاوٹ ہے اس کے بعد ہم نے جدوجہد کا راستہ بدل لیا اس کے فوراً بعد تحریک اسلامی اور جماعت اہلسنت اور اب تحریک اسلامی انقلاب کی طرف سے اخبارات رسائل اشتہارات وغیرہ کے ذریعہ اس نظریہ کو تمام اہم لوگوں تک پہنچایا اور اس طریقہ کار کی خامیاں اور متدین طبقہ کے لئے اس راہ کے ذریعہ کامیابی میں مشکلات کی نشاندہی کی لیکن اس کے باوجود ان حضرات نے اس پر غور نہیں کیا جس کی وجہ سے ہم ان کی نیت پر شبہ کرنے پر مجبور ہو چکے ہیں۔ ہم خالق عقل و فہم سے دعا کرتے ہیں کہ ان لوگوں پر بھی اس حقیقت کو آشکار فرما کر غلط راہ سے انہیں ہٹائے کیونکہ اسی میں مسلمانوں کی کامیابی ہے پاکیزہ چیز کے حصول کے لئے پاکیزہ راستے کا اور طریقہ استعمال اشد ضروری ہے مروجہ طریقہ انتخاب اپنے عوارضات خارجیہ اور متعلقات کے باعث قطعاً غیر شرعی ہے اس میں موجود قباحتوں اور شنیع افعال کا ہر شخص کو مشاہدہ ہے تقریباً آج تک کسی بھی الیکشن کو منصفانہ اور غیر جانبدارانہ نہیں کیا گیا بعض حضرات جو محقق ہونے کے مدعی ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلام نے انتخاب کا کوئی واضح طریقہ نہیں بتایا اب آپ ہی فیصلہ کریں! ان کا استدلال انہیں کہاں لے جا رہا ہے حالانکہ خلفاء راشدین کے انتخاب میں اسلامی طریقہ انتخاب کی تین صورتیں ہیں اور وہ ہر طرح کے حالات میں راہنمائی کے لئے کافی ہیں اور ہم پر سنت خلفاء راشدین پر عمل کرنا ضروری ہے اسلام کو کامل و مکمل ضابطہ حیات تسلیم کرنے والے جب یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں کوئی واضح

طریقہ انتخاب موجود نہیں لہٰذا اس طرح کیا وہ اسلامی نظام کو ناقص ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ۔ ایسے لوگوں کو اُس جبار و قہار رب سے خوف بھی نہیں آتا جو اس کے نظام کو محض اپنی بات کو صحیح ثابت کرنے کے لئے اتنا بڑا الزام لگا رہے ہیں کہ اسلام میں انتخاب کا کوئی واضح طریقہ موجود نہیں العیاذ باللہ کیا اسلام نے قیام حکومت جیسے بڑے کام کا حل بھی پیش نہیں کیا ۔

مغربی جمہوری نظام کا طریقہ انتخاب اپنی ساخت اور نتائج کے لحاظ سے ظالمانہ اور جاہلانہ ہے ایک نشست کے لئے متعدد امیدوار میدان میں وارد ہوتے ہیں وہ اپنے آپ کو عہدہ کے لئے خود پیش کرتے ہیں اپنے قصیدے لکھواتے ہیں اپنی تعریفوں کے لئے جلسے جلوس منعقد کرتے ہیں اشتہار چھپواتے ہیں دیواروں اور بینروں پر تعریفی کلمات لکھواتے ہیں اپنی تعریفیں خود کرتے ہیں روپیہ پانی کی طرح بہاتے ہیں ووٹروں کو رشوتیں دیتے ہیں ووٹ خریدتے ہیں الیکشن کو انتظامیہ کو رشوتیں دیتے ہیں اطراف و تبذیر کا بازار گرم کرتے ہیں ووٹروں سے قسمیں قرآن پاک اور طلاقیں اٹھواتے ہیں اور دھمکیاں دیتے ہیں ناجائز مقدمات قائم کرکے انہیں ووٹ دینے پر مجبور کرتے ہیں مخالفین کو اغوا کرتے ہیں ان کے بکس چراتے ہیں بوگس ووٹ ڈلواتے ہیں خواتین کی بے حرمتی ہوتی ہے الیکشن انتظامیہ اور پولیس سے مل کر اور لالچ دے کر مخالفین کے لئے مشکلات اور رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں، غریبوں کے لئے متعدد با اثر امیدوار وبال جان بن جاتے ہیں ۔

ان کے پالتو بدمعاش ووٹ نہ دینے کی صورت میں ان کو اغواء اور قتل کی دھمکیاں دیتے ہیں اور بعض بالفعل اغواء اور قتل ہوتے ہیں مخالف امیدواروں کے ایجنٹوں کو اغواء کیا جاتا ہے خون خرابے اور گالی گلوچ تو الیکشن کے دن کی معمولی باتیں ہیں اس سے بڑھ کر مقابلہ کرنے والے ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے کے دشمن بن جاتے ہیں اور اس طرح امت مسلمہ تفریق انتشار اور فساد کا شکار ہو جاتی ہے پھر مخالف فریقوں کی تمام توانائیاں اور مال و دولت ایک دوسرے کو نیچا دکھانے پر صرف ہوتے ہیں یہ فساد فی الارض کا بہت بڑا باعث ہیں ۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ ممبران اسمبلی کسی قومی مسئلے پر سنجیدگی سے بحث بھی نہیں کر سکتے پوری قومی اسمبلی میں بمشکل پچیس تیس ممبران ایسے ہوتے ہیں جو کبھی نہ کبھی بولتے ہیں باقی تو چپ رہنے کی شاید قسم کھائے ہوئے ہوتے ہیں صرف حکومت کی وفاداری میں گونگوں کی طرح بوقت ضرورت ہاتھ اٹھا دیتے ہیں اس کے علاوہ وہ وفا شعار کبھی حرکت نہیں کرتے اس افسوسناک صورتحال پر آپ غور کریں تو آپ کو دو اہم وجوہات نظر آئیں گی ۱۔ چونکہ امیدوار کے لئے کوئی تعلیمی اخلاقی معیار مقرر نہیں اس لئے ہر شخص جس کے پاس دولت ہو وہ اسمبلی میں پہنچنا فرض سمجھتا ہے اس طرح ایسے بے صلاحیت لوگ جب

منتخب ہو جاتے ہیں تو وہ قوم کے لئے ایک سفید ہاتھی ثابت ہوتے ہیں ان کے انتخاب پر اتنا ملکی روپیہ اس لئے صرف نہیں کیا جاتا کہ وہ اسمبلی میں پہنچ کر محض ہاتھ اٹھانے یا انگوٹھا لگانے تک محدود ہو جائیں نہ اپنے حلقے کا حق نمائندگی ادا کر سکیں اور نہ ہی قومی اسمبلی کے ایک ممبر پر عائد ہونے والی ملکی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکیں ایسے لوگوں کے ہاتھ میں جب ملک و قوم کی تقدیر آجائے تو پھر واقعی ایسی قوم و ملک قابل رحم ہوتے ہیں۔

2 ممبر منتخب ہونے کے بعد اس کی پارٹی کے لوگ اسے تھانوں تحصیلوں کے کاموں سے فارغ ہی نہیں ہونے دیتے اس کے پیچھے ہر وقت افراد کا ایک ریلہ چلا آ رہا ہوتا ہے ایسے ممبران کی اسمبلی میں حاضری کیا ہوگی اور انہوں نے رائے کیا دینی ہے جسے ووٹروں کے ذاتی کاموں سے ایک پل چین نہیں ملتا ایسے ممبران قومی ترقی یا اجتماعی مفاد کے کیا کام کریں گے۔ یہ سب نحوستیں مغربی نظام جمہوریت کے طریقہ انتخاب کی ہیں۔ کچھ لوگ مغربی جمہوریت کو عین اسلامی جمہوریت قرار دیتے ہیں اور اسلامی نظام کے پہلے انتخاب پر قیاس کرتے ہوئے مروجہ انتخابات کا جواز پیش کرتے ہیں بلکہ ان انتخابات کو عین وہی انتخاب قرار دیتے ہیں لیکن انہیں شاید یہ یاد نہیں رہتا کہ امیدوار کے لئے اہل الرائے ہونا جس طرح ضروری ہے اسی طرح ووٹر (رائے دہندگان) کے لئے بھی اہل رائے ہونا ضروری ہے اسلام کسی فاسق و فاجر یا جاہل کو قومی امور میں رائے دینے کا حق نہیں دیتا بلکہ ایسے لوگوں کی تو خبر بھی قابل اعتبار نہیں ہوتی ایسے لوگ تو اپنی ذات کے لئے بھی کوئی رائے قائم کرنے کے اہل نہیں ہوتے انہوں نے ملکی انتظام و انصرام مصالح و منافع اندرونی معاملات اور بین الاقوامی سیاسیات کو کیا سمجھنا ہے ایسے لوگوں کو ووٹ کا حق دینا ملک کے ساتھ سراسر ظلم ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام اہل رائے کو ہی یہ حق دیتا ہے وہی لوگ ملک و قوم کے مصالح و منافع کو صحیح طور پر سوچ سکتے ہیں۔

جو لوگ ہر شخص کو ووٹ کا حق دینے کے حامی ہیں انہیں ووٹر کی اکیس سال کی عمر کی شرط کو بھی تسلیم نہیں کرنا چاہیئے بلکہ ہر عاقل و بالغ کو ووٹ کا حق ملنا چاہیئے اور ووٹر کی عمر سولہ سال مقرر ہونی چاہیئے کیا عمر کی شرط ان لوگوں کو تکلیف نہیں پہنچاتی اور سولہ سال اور اکیس سال کے درمیان کے لاکھوں افراد حق رائے دہی سے محروم نہیں ہو جاتے کیا مروجہ قانون اپنی ذات اور قواعد کی نفی نہیں کر رہا اسلام کے نام پر قائم جماعتوں کے افراد کو اسلام کی حدود عقل و بلوغ پر کسی قسم کا دوہرا معیار عمر مقرر کرنے پر تو احتجاج کرنا چاہیئے۔ کیا یہ دوہرا معیار اسلام پر تجاوز نہیں جب ایسے لوگوں سے اہل رائے کی شرط کا ذکر

کیا جاتا ہے تو بڑی سادگی سے کہتے ہیں کہ اسلام کے پہلے انتخاب جس میں سیدنا صدیق اکبر خلیفہ منتخب ہوئے اس میں اہل رائے کی شرط نہیں تھی بلکہ تمام لوگوں نے ووٹ کا حق استعمال کیا تھا ان سادہ دل لوگوں کو کون بتلائے کہ اس انتخاب میں ووٹ دینے والے تمام کے تمام اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے ان میں سے ہر شخص نجم ہدایت تھا ان میں سے ہر شخص متقی پرہیزگار عالم دیندار اور اتنے عظیم مرتبے کا حامل تھا کہ امت کے غوث و قطب علماء و ائمہ ہزاروں مل کر بھی ایک صحابی کے درجہ پر نہیں پہنچ سکتے ان معظمین اسلام نے روح الامین کو اپنے درمیان بیٹھے دیکھا ملائکہ کی زیارت ان کے لئے کوئی تعجب کی بات نہ تھی اور سب سے بڑھ کر محبوب رب العالمین کی زیارت اور محبت سے ان حضرات کو وہ علم و عرفان کی بلندیاں نصیب ہوئیں جو کسی اور امتی کو نصیب نہیں ہو سکیں۔ آج کے ووٹروں کا ان سے تقابل کرنا کتنی بڑی جسارت ہے پھر وہ انتخاب یوں عام انتخاب بھی نہ تھا۔ بلکہ سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کے کچھ لوگ موجود تھے قریش سے سیدنا صدیق اکبر اور فاروق اعظم وہاں گئے تھے وہاں یوں الیکشن نہ تھا بلکہ فیصلہ تو الائمۃ من القریش کی حدیث پاک کے یاد دلانے سے ہی ہو گیا جب انصار نے حضور علیہ الصلوٰۃ کا یہ ارشاد سنا اور انہیں یہ حدیث پاک یاد آ گئی تو انہوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور اپنا دعوی واپس لے لیا حضرت فاروق اعظم نے حضرت صدیق اکبر کے ہاتھ پر بیعت کر دی تو بقایا افراد بھی بیعت کرنے کے لئے لوٹ پڑے یہ مقابلہ نہ تھا بلکہ شرط اہلیت کا تذکرہ تھا جس کے بعد انصار نے اپنے امیدواروں میں ایک اہم شرط موجود نہ ہونے کے باعث نام واپس لے لئے ثقیفہ بنو ساعدہ میں تمام لوگ موجود نہ تھے بلکہ صرف انصار تھے اور انصار کے بھی برگزیدہ حضرات باقی ماندہ افراد نے مسجد نبوی میں آپ سے بیعت کی بیعت اور ووٹ کو ایک ہی چیز قرار دینا اور اس انتخاب اور مروجہ انتخابات کو ایک ہی چیز کہنا کیا اسلام پر ظلم و تعدی نہیں ان لوگوں کا یہ قیاس مع الفارق اور حقیقت سے دور تر ہے۔

۱۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَاءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا (القرآن)

۲۔ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ (الحدیث)

ان حضرات کو انتہائی معذرت کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ آپ اس انتخاب کے راستہ پر چل کر ہزار سال تک بھی ملک میں اسلامی نظام نافذ نہیں کرا سکتے مروجہ انتخاب چونکہ خاص طور پر سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے مفاد میں بنایا گیا ہے لہٰذا اس کے ذریعہ صرف وہی لوگ کامیاب ہو سکتے ہیں جو بے شمار دولت مزارع یا برادری رکھتے ہوں اس کے علاوہ یہ سوچنا بھی گناہ ہے کہ ان انتخابات کے ذریعہ اہل لوگ سامنے آئیں گے اور وہ ملک میں اسلامی نظام نافذ کریں گے خدارا قوم کو دھوکہ نہ دو اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا جواب دو گے اسلامی نظام کسی مسلمان کے لئے پسند یا ناپسند کا مسئلہ نہیں بلکہ یہ ایمان کا مسئلہ ہے اسلامی نظام کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں بن سکتا پوری قوم اس وقت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی مرتکب ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ کے لئے بھی کسی کے دل میں ٹیس نہیں اٹھتی اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے بھی ہم ذاتی مفادات کے حصار سے نہیں نکل سکتے کیا طمع و لالچ کو ہم نے اپنا رب بنا لیا ہے کیا یہ شرک خفی نہیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق اللہ تعالیٰ کے احکامات سے منہ پھیر کر اپنے جیسے انسانوں کے احکامات پر عمل کر رہی ہے کیا اسلام نے ہمیں یہی سکھایا ہے آج کے چند جاہلوں کے بنائے ہوئے نظام کو معلم کائنات محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات[۳] پر فوقیت دی جا رہی ہے ہم اسلام کے دعویدار خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں ہم محض جان و مال کے خوف سے اسلام کی بربادی[۴] کو دیکھتے ہوئے بھی برداشت کر رہے ہیں ہمارے حواس معطل ہو چکے ہیں ہمارے ضمیر مردہ ہو چکے ہیں ہماری عزت مذہبی مفقود ہو چکی ہے

۱۔ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا (القرآن)

۲۔ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ (القرآن)

۳۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (القرآن)

۴۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ

ہم نے دنیاوی اسباب اور مال و دولت کو محبت اللہ اور محبت رسول اللہ پر اہمیت دے رکھی ہے[۱] ہم موت کے خوف کی وجہ سے اسلام کے راستے سے دور ہٹ گئے ہیں ہم نے جہاد فی سبیل اللہ کو ترک کر دیا ہے ہم عزتوں کے محافظ اور عظمتوں کے امین نہیں رہے ہم تاریخ اسلاف سے غداری کر رہے ہیں اور احکام الٰہی سے باغی ہو گئے ہیں رحمتوں اور برکتوں کے دروازے[۲] ہم پر بند ہو گئے اور یہود و نصاریٰ کے ہم دست نگر بن گئے۔ ہماری اعلیٰ[۳] حیثیت کے مینار پیوند خاک ہو گئے ہم اپنے آپ کو نہیں بدلتے بلکہ شریعت کو اپنے مفادات کے لئے[۴] بدل رہے ہیں تاویلیں ہماری زندگی کا سہارا بن گئی ہیں ہم اللہ تعالیٰ کو دھوکہ[۵] دینے کی کوشش کرتے ہیں احکام شرع کے معانی و مطالب میں ابہام[۶] پیدا کر کے خواہشات نفسانی کی تکمیل کے راستے نکالتے ہیں۔ کیا وہ قوم مسلم ہم ہی ہیں جسے پوری دنیا میں حق و انصاف کا پرچم بلند کرنے کے لئے پیدا کیا گیا۔ کیا وہ ہمارے ہی اسلاف تھے جنہوں نے شجر اسلام کو پانی کی بجائے نوجوان اولاد کے تازہ خون سے سینچا جنہوں نے عبدیت کے تقاضوں کو اس انداز سے سمجھا کہ ملائکہ ان کی عظمت کے سامنے سرنگوں ہو گئے اور انہیں تخلیق نوع انسان پر کئے گئے اعتراضات پر ندامت اٹھانا پڑی۔ جن کی سرفروشی کے مظاہر سے خوش ہو کر اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب میں ان کے تذکرے[۷] فرمائے آج ہم ہیں کہ دنیا کی لالچ نے ہمیں دین سے بے بہرہ کر دیا ہم انسانوں کو اللہ کا درجہ دے کر شرک بدعت کی ظلمتوں میں گھر چکے ہیں ضلالت و گمراہی کے پردے ہماری آنکھوں کے سامنے حائل ہو چکے ہیں ہم اچھے اور برے کی تمیز سے محروم ہو چکے ہیں ہمارے اعمال محض[۸] ریاکاری کا مجسمہ بن چکے ہیں۔ قبر کی تاریکی و تنگی کو ہم بھول چکے ہیں ذکر الٰہی اور خشیت ایزدی سے ہمارے ہاتھ خالی ہو گئے ہیں۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا ہے دنیا و آخرت کی حسرتیں ہمارا مقدر بن گئی ہیں کیا کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے جینا اور مرنا[۹] پسند کرے جس کی محبت اور عداوت[۱۰] کا باعث رضاء الٰہی ہو جو دنیا کو چھوڑ

---

۱. قل ان کان اٰبآؤکم وابنآؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال ن اقترفتموها تا آخر

۲. ولو ان اهل القرىٰ اٰمنوا واتقوا لفتحنا علیهم برکٰت من السمآء والارض (القرآن)

۳. وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (القرآن)

۴. یحرفون الکلم من بعد مواضعه (القرآن)

۵. یخٰدعون الله والذین اٰمنوا وما یخدعون الا انفسهم (القرآن

۶. ولا تلبسوا الحق بالباطل (القرآن)

۷. والعٰدیٰت ضبحا ۰ فالموریٰت قدحا ۰ فالمغیرٰت صبحا (القرآن)

۸. یرآءون الناس ولا یذکرون الله الا قلیلا (القرآن)

۹. قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین (القرآن)

۱۰. الحب لله والبغض لله (الحدیث)

کر دین کو اور طاغوت کو چھوڑ کر رحمن کو راضی کرنا چاہتا ہو اگر کسی کے دل میں یہ تمنا باقی ہے تو اسے ہر قربانی دے کر بھی یہ سودا سستا ہے کیونکہ مومن ازل سے[۹] سوداگر بنا ہے اور یہی سودا نافع کا سودا ہے۔ اور دنیا و آخرت کی عظیم کامیابی ہے۔

آج کچھ لوگ اسلامی جمہوریت اور مغربی جمہوریت کو خلط ملط کرنے کی بھی کوشش کرتے ہیں۔ ان کا تمسک اور دلیل لفظ جمہوریت کا عربی ہونا ہے وہ یہ بھی کہتے نظر آتے ہیں کہ جمہوریت اصل مسلمانوں کی چیز ہے صلیبیوں نے یہ نظریہ اسلام سے چرایا ہے جب اصل میں یہ ہماری چیز ہے تو ہم اس سے گریز کیوں کرتے ہیں ہمیں جمہوریت کے اصولوں پر چلنا چاہیئے اور اپنی چیز کو اپنانا چاہیئے ایسے سادہ لوح لوگوں کی عقل و دانش پر قربان ہونے کو جی چاہتا ہے وہ دین کی تصویر بگاڑنے کے لئے کیا کیا انداز اپناتے ہیں لفظ جمہوریت سے کسی کو اختلاف نہیں اگر اختلاف ہے تو مغربی جمہوریت سے ہے اگر کوئی شخص شراب کا نام صندل رکھ دے تو وہ پاک اور حلال نہیں ہوسکتی بلکہ اس کی حرمت اسی طرح باقی رہے گی یوں ہی اگر کیپٹلزم کا نام مغربی جمہوریت رکھ دیا گیا تو اس کافرانہ نظام کی حیثیت میں کوئی فرق نہیں آئے گا صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ نام غلط ہے اسم اور موسوم میں کوئی مطابقت نہیں مغربی جمہوریت اور اسلامی جمہوریت میں آسمان زمین اور

اور کفر و اسلام کا فرق ہے مغربی جمہوری نظام کا سرچشمہ عوام کو قرار دیتا ہے اور اس میں عوام کی اکثریت کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنی اکثریت کی بنیاد پر جو چاہیں جیسا چاہیں فیصلہ کریں اکثریت کا ہر فیصلہ قانون ہوگا۔ اکثریت کو اپنے فیصلوں میں کسی چیز پابندی کی ضرورت نہیں۔ جب کہ اسلام تمام طاقتوں کا خالق[۱۰] و مالک اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کو قرار دیتا ہے عوام کی اکثریت

---

۸ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ (القرآن)

۹ إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (القرآن)

۱۰ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ۔ قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَن تَشَاءُ
إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ (القرآن)

واقلیت اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابند ہے وہ کوئی ایسا فیصلہ کرنے کے مجاز نہیں جو قرآن وسنت کے خلاف ہو ان کے اختیارات محدود ہیں اور ان حدود سے تجاوزات کا اختیار انہیں حاصل نہیں ہے۔[۲]

مغربی جمہوریت میں اکثریت کے اختیارات کی ایک مثال ملاحظہ ہو ماضی قریب میں انگلینڈ کی اسمبلی نے کثرت رائے سے یہ فیصلہ کیا کہ اغلام بازی (لواطت) جائز ہے اس اندھی اکثریت کا یہ فیصلہ بھی قانون بن گیا اور وہاں اب اغلام بازی کو قانونی تحفظ حاصل ہے کیا ایسی جمہوریت کو اسلامی جمہوریت میں گڈمڈ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ الامان الامان مغربی جمہوریت میں ایک سو علماء دین متقی پرہیز گار فرشتہ صفت انسانوں پر ایک سو ایک بدکاروں چوروں ڈاکوؤں جاہلوں چرسیوں راشیوں سود خواروں کو اہمیت حاصل ہے وہ ایک سو ایک ان سو افراد پر بھاری ہیں ان کی رائے کا احترام کیا جائے گا لیکن ان ایک سو افراد کی بات پر توجہ نہ دی جائے گی خواہ ان میں سے ہر ایک علم وحکمت عقل ودانش کا روشن ستارہ کیوں نہ ہو اس لئے کہ ان کی تعداد کم ہے کیا اسلام میں بھی کوئی ایسا تصور موجود ہے۔[۳]

الحذر سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

---

(۲) وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (القرآن)

(۳) قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِى الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ
فَاسْئَلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ (القرآن)

اسلامی نظام کی خصوصیات

مغربی جمہوری پارلیمانی نظام اور اس کی خرابیوں کو اختصار سے بیان کرنے کے بعد اب اسلامی نظام اور اس کی خوبیوں کے متعلق تحریر کیا جائے گا۔ لیکن یاد رہے کہ جس طرح سے عرض کر چکا ہوں کہ اس تحریر سے مراد عامۃ المسلمین کا مفاد ہے لہٰذا باقاعدہ تحریروں کے انداز سے ہٹ کر جہاں کہیں جو کچھ نظر آیا میں نے اسکو بلا ترتیب ذکر کر دیا کیونکہ آج تحریروں کا وقت نہیں ہے تحریریں تو پہلے ہی اتنی اعلیٰ ترتیب والی لمبی چوڑی موجود ہیں کہ جنہیں مجھ جیسے کم علم آدمی کو سمجھنے کی بھی طاقت حاصل نہیں ہے عمدہ تحریروں کی کمی نہیں کمی عمل کی ہے اور آج وقت ہم سے عمل کا تقاضا کر رہا ہے اس لئے چند ضروری باتیں میں نے مختصر طور پر کم لکھے پڑھے لوگوں کو سمجھانے کے لئے لکھ دیں ورنہ ہمارا مقصد عمل ہے اور ہماری دعوت بھی عمل کے لئے ہے اس معذرت کے بعد واضح ہو کہ اسلام صرف چند عبادات کا نام نہیں بلکہ اسلام ایک مکمل اکمل ضابطہ[۱] حیات دستور آئین نظام اور دین[۲] کا نام ہے مسلمان ہونے کے لئے اسلام کے پورے نظام[۳] کو تسلیم کرنا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے اسلام شرعی حیثیت سے بھی اپنی کلیات و جزئیات پر عمل کرنے کی سخت تاکید کرتا ہے چونکہ اسلامی نظام کا اصل اور ماخذ قرآن و سنت ہیں اس لئے احکام میں سے تمام پر عمل کرنا ضروری ہے ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کے ترک سے انسان گناہ گار نہ ہو حکم کی نوعیت کے مطابق اس کے ترک کا گناہ ہوگا۔ بعض احکام پر عمل کرنا اور[۴] بعض کو ترک کر دینا کسی طرح بھی جائز نہیں اور ایسا کرنے والا شخص حقیقی مومن نہیں ہو سکتا علمائے محققین نے ترک و انکار کی وضاحت یوں کی ہے کہ فرائض کا تارک بدترین گناہ گار ہوگا جبکہ منکر کھلا کافر ہوگا۔ اب

---

۱ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (القرآن)

۲ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (القرآن)

۳ لایومن احدکم حتی یکون هواه تبعًا لِمَا جِئْتُ بِہٖ (الحدیث)

۴ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتَابِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ (القرآن)

انکار کی صورت تو بالکل واضح ہے لیکن ترک میں کچھ غور و فکر کی ضرورت ہے ترک یعنی
چھوڑ دینا اب فرض کا ترک اس لحاظ سے کہ کوئی شخص اس فرض کو فرض تو سمجھتا ہے لیکن اپنی
کوتاہیوں کے باعث اس پر عمل نہیں کرتا جیسے نماز۔ زکوٰۃ ۔جہاد ۔حج ۔وغیرہ اس صورت
میں وہ بدترین گناہ گار ہوگا اور ایسے اشخاص اگر ایک جماعت کی صورت میں ہوں تو مسلمانوں
پر ان کے خلاف جہاد کرنا واجب ہے اگر وہ انفرادی طور پر اس گناہ میں مبتلا ہوں تو وہ بدترین
گناہ گار غضب الٰہی کے مستحق ہوں گے ان کا فسق و فجور اپنی انتہا کو پہنچا ہوا ہوگا۔ تارکِ نماز کے
متعلق یہ حکم ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے ائمہ ثلاثہ کا فتویٰ یہی ہے۔

سیدنا صدیق اکبر نے مانعین زکوٰۃ سے جہاد فرمایا بعض لوگ مانعین زکوٰۃ کو منکرین زکوٰۃ
ثابت کرنے کے لئے ایڑھی چوٹی کا زور لگاتے ہیں لیکن یہ حقیقت پایہ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے
کہ وہ لوگ ہرگز زکوٰۃ کی فرضیت کے منکر نہ تھے بلکہ حکومت اسلامیہ کے حوالے کرنے کی
بجائے وہ اپنے طور پر اس کو صرف کرنا چاہتے تھے اس لئے انہوں نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے
انکار کیا ان کا یہ انکار قطعاً زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار نہ تھا بلکہ یہ ترک تھا ترک[۱] کی بنیاد پر
حضرت سیدنا صدیق اکبر نے ان کے خلاف جہاد کا حکم فرمایا حضرت فاروق اعظم نے اس کو
صحیح نہ سمجھا لیکن بعد میں آپ کی بہترین دینی سوچ اور پیش بینی پر آپ کی تعریف کی حضرت علامہ
بدرالدین عینی فرماتے ہیں کہ اگر اس وقت حضرت فاروق اعظم کو یہ حدیث پاک یاد ہوتی تو
آپ اختلاف رائے ہرگز نہ کرتے۔ حدیث پاک: عن ابن عمران رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قال امرت ان اقاتل الناس حتی یشھدوا ان لا الٰہ الا اللہ وان محمد الرسول اللہ و
یقیموا الصلوٰۃ ویوتوا الزکاۃ فاذا فعلوا ذلک عصموا منی دماءھم واموالھم الا بحق
الاسلام وحسابھم علی اللہ (عمدۃ القاری پ۱ ص۱۸۱)

فقہائے کرام نے تو اس ضمن میں بہت کچھ لکھا ہے یہاں تک کہ اگر کچھ لوگ اذان کو اجتماعی
طور پر ترک کر دیتے ہیں تو ان کے خلاف جہاد[۲] لازم ہو جاتا ہے اب ترک کی دو صورتیں ہمارے
سامنے آچکی ہیں ترک اجتماعی اور ترک انفرادی ان دونوں کے احکامات آپ پڑھ چکے ہیں
اب ترک کی ایک صورت یوں ہوگی کہ کوئی شخص فرائض کو فرض تو سمجھتا ہے یا حدود و تعزیرات

۱۔ عمدۃ القاری شرح بخاری ص ۱۷۹/۱پ ۔ ۲۔ فتح القدیر ۔ عمدہ القاری

یا مکمل اسلامی نظام کو حق تو سمجھتا ہے لیکن مستقلاً اس سے اعراض کر رہا ہے یا بعض وجوہات کی بناء پر ان کو اس دور میں ناقابل عمل سمجھتا ہے ایسا شخص جو اسلامی نظام کو ناقابل عمل سمجھتا ہے وہ تو کھلا کافر ہے البتہ جو شخص احکام الٰہی کو حق مانتے ہوئے بھی اس پر عمل نہیں کرتا اور نہ ہی اس کا عمل کرنے کا ارادہ ہے تو یہ انکار فعلی کے زمرہ میں داخل ہوگا اور اس کا ایمان کسی طرح بھی مکمل نہیں ہو سکتا وہ بھی ایماندار کہلانے کا مستحق نہیں اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات اور کامل نظام ہے جس کی تفصیلات قرآن کریم میں بیان کر دی گئی ہیں مشیت الٰہی اس چیز کا تقاضا کرتی ہے کہ جو شخص میرا بندہ بننے کا خواہش مند ہے اور وہ مجھے معبود حقیقی تسلیم کرتا ہے تو اس کی زندگی میرے احکامات کے تابع ہونی چاہیئے اسی لیے قرآن کریم میں بے شمار مقامات پر اطاعت الٰہی[۱] اور اطاعت مصطفوی کا حکم دیا گیا اور سخت تاکید کی گئی غیرت قدوسی ہرگز یہ برداشت نہیں کرتی کہ میرا بندہ کہلانے والا اور مجھے الٰہ برحق ماننے والا میرے بغیر کسی اور کی حقیقی اطاعت کرے اب یہاں بھی یہی صورت ہے کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ کے احکامات کو مانتا ہے لیکن بعض پر عمل نہیں کر سکتا تو اس صورت میں یہ بدترین گناہ گار ہوگا۔ لیکن ایک شخص زبانی تو کہتا ہے کہ تمام احکام الٰہی برحق ہیں لیکن عمل وہ کسی اور شخصیت یا ادارے کے احکامات پر کرتا ہے تو آپ ہی انصاف کریں کہ وہ جو زبانی احکام الٰہی کو برحق کہہ رہا ہے لیکن عمل کسی اور کے احکامات پر کرتا ہے تو کیا یہ اس کا کہنا صحیح ہوگا کہ وہ احکام الٰہی کو حق سمجھتا ہے اگر وہ واقعی احکام الٰہی کو برحق سمجھتا ہے تو ان پر عمل کیوں نہیں کرتا کسی اور کے احکام پر کیوں عمل کرتا ہے۔ (گویا اس نے اس طرح احکام الٰہی پر کسی دوسرے شخص یا ادارے کے احکامات کو فوقیت نہیں دے دی یقیناً اس نے کسی اور کو رب العالمین پر فوقیت دی اس کے احکام کو بہتر مانا تبھی تو اللہ تعالیٰ کے احکامات کو چھوڑ کر اس پر عمل کر رہا ہے ایسی صورت میں کیا وہ شرک خفی میں مبتلا نہیں) کوئی بھی لفظوں کے لاکھ ہیر پھیر کرے تب بھی حقیقت اپنے مقام پر قائم ہے اور اسے ٹالا نہیں جا سکتا

اللہ تعالیٰ پر ایمان کا مطلب اس کی ذات و صفات پر ایمان لانا ہے اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت حکم بھی ہے یعنی

---

[۱] قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْہِ مَا حُمِّلَ وَعَلَیْکُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ (القرآن) مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (القرآن) [۲] اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْٓا

حکم دینے والا۔ کسی اور نظام پر عمل کر کے کیا اللہ تعالیٰ کی اس صفت پر ایمان رکھتا ہے اور کیا وہ حاکم حقیقی رب کے بغیر کسی اور کو نہیں مان رہا یقیناً وہ اسی کو حاکم مان رہا ہے جس کے احکامات پر عمل کر رہا ہے مخلوق میں سے کسی کو حاکم بطور حاکم حقیقی کے نائب کے تو ماننا جائز ہے اور نائب اسی صورت میں نائب ہو سکتا ہے جبکہ وہ اصل کے احکام پر عمل کر رہا ہو اگر وہ اپنے اصل کا تابع نہیں تو نہ تو اُسے خلیفہ کہا جا سکتا ہے اور نہ ہی نائب اسلام میں حاکمیت اعلیٰ[1] اور اصل اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے خاص ہے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرانے والے اللہ تعالیٰ کے خلفاء[2] اور نائبین ہیں یہ بھی یاد رہے کہ خلیفہ یا نائب اصل کے احکامات کے مکمل تابع ہوتا ہے اور اپنے اصل کی مرضی سے سر مو انحراف نہیں کرتا کسی قسم کے انحراف کی صورت میں ۔۔ نائب یا خلیفہ باقی نہیں رہتا لہٰذا ایسے حاکم جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق فیصلے نہ کر رہے ہوں وہ نہ تو اللہ تعالیٰ کے خلفاء ہیں اور نہ ہی انکو حاکم کہنا درست ہے اور نہ ہی مسلمانوں پر ان کی اتباع اور اطاعت[3] واجب ہے بلکہ وہ طاغوت ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہیں مسلمانوں کو بھی ان کی نافرمانی کرنا لازم ہے ایسے حاکم اولی الامر کے احکام میں داخل نہیں ہیں بلکہ وہ اولی الامر جن کی اطاعت واجب ہے وہ صرف ایسے حاکم ہی ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کو اطاعت الٰہی اور اتباع مصطفوی کا نمونہ بنا یا ہوتا ہے اسلام ایک منفرد ضابطہ حیات ہے جس نے دنیا کو عدل و انصاف سے معمور کیا جہاں یہ بابرکت نظام نافذ ہوا عوام و خواص کی زندگیاں جنت نظیر بن گئیں غریب و امیر کا فرق مٹ گیا اسلام نے زبردست کو زیردست بنا دیا اور زیردست کو زبردست بنا دیا اسلام نے قومیتوں عصبیتوں اور گروہی تفریق[4] کو یکسر ختم کر دیا اسلام ایک امت[5] کا داعی ہے اسلامی نظام انتشار گروہ بندی فرقہ پرستی[6] کو ناجائز قرار دیتا ہے اسلامی نظام اتحاد اجتماع اخوت

۱؎ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (القرآن) ۲؎ وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِیْ مَآ اٰتٰكُمْ ؕ ۳؎ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ ۴؎ وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ (القرآن) ۵؎ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ (القرآن) اَلْمُسْلِمُ كَجَسَدٍ وَّاحِدٍ (الحدیث) وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (القرآن) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (القرآن) ۶؎ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (القرآن)

دمیت کی بنیاد پر کسی کو اختیار دیتا ہے اسلام میں حاکم کسی ایک گروہ کی بنیاد پر منتخب نہیں ہوتا بلکہ وہ سارے عوام کا نمائندہ ہوتا ہے یہی وہ بنیادی وجہ ہے جس کے باعث عدل و انصاف یقینی بن جاتا ہے اسلام صرف یک جماعتی نظام کا داعی ہے وہ کسی متعین حزب اختلاف کی اجازت نہیں دیتا جس مغربی جمہوریت کو آج کے لیڈر نعمت عظمیٰ قرار دیتے ہیں وہ چونکہ مختلف پارٹیوں جماعتوں کے نظام کی داعی ہے اور اس کا وجود بھی متعدد جماعتوں سے قائم ہوتا ہے اسمیں عدل و انصاف اس لئے ناممکن ہے کیونکہ ملک کی تمام جماعتیں تو آپس میں مقابلہ کر کے کامیاب نہیں ہو سکتیں کامیاب کسی ایک نے ہونا ہوتا ہے جو کامیاب ہوتی ہے اس کو حزبِ اقتدار اور باقی کو حزب اختلاف کہا جاتا ہے اب حزبِ اقتدار کو ہی حکومت کرنے کا حق ہوتا ہے اور وہ نصف سے بھی کم لوگوں کی جماعت ہوتی ہے اور اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ وہ نصف سے زیادہ لوگوں کی جماعت ہے تو بھی کچھ جماعتیں تو حزبِ اختلاف میں رہ جاتی ہیں اب حزبِ اقتدار پورے عوام کی نمائندہ نہیں ہوتی بلکہ ایک مخصوص گروہ کی نمائندہ ہوتی ہے واضح ہے کہ جن لوگوں نے اُسے کامیاب کیا ان کے نمائندے ان ہی کے کام کرتے ہیں اور جائز ناجائز طریقے پر ان کا ساتھ دیتے ہیں ان کی سفارشیں ہوتی ہیں اور ان ہی کو مراعات حاصل ہوتی ہیں ان ہی کو نوازا جاتا ہے نوکریاں ایجنسیاں لائیسنس جائیدادیں پلاٹ وغیرہ ان ہی کو ملتے ہیں۔ حزب اختلاف کے لوگ ہر قسم کی مراعات سفارشات اور سرکاری سرپرستی سے محروم ہوتے ہیں وہ اپنے جائز حقوق کو بھی حاصل نہیں کر سکتے سرکاری دفاتر میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی حزب اقتدار اپنے مخالفین کو ختم کرنے کے لئے پولیس کو استعمال کرتی ہے ان پر ناجائز مقدمات قائم کئے جاتے ہیں حکومت کے ٹیکس کے محکمے ان کے خلاف متحرک ہو جاتے ہیں۔ ان کے مخالفین ان سے جی بھر کر انتقام لیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ملک کا مفاد پرست طبقہ ہر اقتدار والی پارٹی میں ا گھس کر اپنے مفادات کا تحفظ کرتا ہے چڑھتے سورج کے ایسے پجاری جب کسی پارٹی کے اقتدار کی ڈھلتی شام دیکھتے ہیں تو پر جھاڑ کر کسی نئے آنے والے کے استقبال کے لئے تیار ہوتے ہیں اس طرح ایسے لوگوں کی آمد و رفت سے ہر مقتدر پارٹی یوں متاثر ہوتی ہے کہ وہ اپنے پروگرام پر عمل نہیں کر سکتی بلکہ ایسے حواریوں کی خوش آمدانہ باتوں اور جلسوں جلوسوں

دعوتوں اور ظہرانوں، عشائیوں اور ولیموں میں پھنس کر رہ جاتی ہے ایسی صورت میں جبکہ مغربی جمہوریت ایک ہی ملک کے عوام کو مستقل تقسیم کرنے اور اختلاف پیدا کرنے کی داعی ہے تو اس سے عدل و انصاف کا قیام کیسے ممکن ہے جس کی بنیاد ہی مخالفت اور عداوت پر رکھی گئی ہو وہاں عدل و انصاف کا رواج کیسے ہو سکتا ہے ان حقائق کی روشنی میں یہ کہنا بالکل درست ہے کہ مغربی جمہوری پارلیمانی نظام میں مقتدر طبقہ عدل و انصاف کے جتنے دعوے کرتا ہے سب جھوٹ اور مکروفریب پر مشتمل ہوتے ہیں یہی اختلاف معاشی ناہمواری بدامنی بدعنوانی رشوت و سفارش اقربا پروری ملکی وسائل کا ناجائز استعمال مالی وسائل کا ناجائز استعمال مالی وسائل کی اندھی بہری تقسیم کا سبب بنتا ہے اسی وجہ سے امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہوتا ہے ملکی وسائل کا رخ ملک و قوم کی ترقی کی طرف سے موڑ کر ایک مخصوص گروہ کے مفادات کی طرف کر دیا جاتا ہے اقتدار میں پہنچنے والا طبقہ عموماً ایک ہی قسم کا ہوتا ہے اور وہ وہی لوگ ہوتے ہیں جو پہلے ہی مال و دولت کے انبار لگائے بیٹھے ہوتے ہیں اقتدار کے حصول کے بعد وہ دولت کے تمام وسائل پر قابض ہو کر رہی سہی کسر پوری کرتے ہیں اور عوام کی اکثریت پھر معاشی بدحالی کا شکار ہو جاتی ہے حکومت ایسے ہی لوگوں کو ملوں، کارخانوں اور درآمد برآمد کے لائسنس فراہم کرتی ہے اور وہ عارضی قلت پیدا کر کے جہاں اپنے خزانے بھرتے ہیں وہاں غریب عوام کا جینا بھی دوبھر کر دیتے ہیں حالانکہ اسلامی نظام ان تمام خرابیوں سے اس لئے پاک ہے کہ اس کا خالق کوئی انسان نہیں جسکو اپنے مفادات کے تحفظ کا فکر دامنگیر ہو وہ ذات پاک تو احتیاجی اغراض مفادات سے بالاتر ہے جیسے اس نے انسان کی تخلیق[1] میں بے مثال عدل و انصاف کا مظاہرہ فرمایا ہے اُسی طرح ان کے حقوق کے تحفظ اور مفادات کی بہم رسانی میں بھی اسی عدل کا مظاہرہ فرمایا تخلیق میں مساوات کا عالمگیر اور آفاقی مظاہرہ یوں موجود ہے کہ ہر شخص کو بلاتمیز خواہ وہ امیر ہو یا غریب بادشاہ کا بیٹا ہے یا گدا کا عربی ہے یا عجمی غلام ہے یا آقا کالا ہے یا گورا سب کو دو ہاتھ دو پاؤں دو آنکھیں ایک ناک ایک منہ دو کان دیئے یوں نہیں کہ امیر کے بیٹے کے دو ناک ہوں اور غریب کا ایک گداگر کی ایک آنکھ ہو اور بادشاہ کی چار بلکہ بلاتمیز

---

[1] لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (القرآن) اَلَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ o فِیْٓ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ

رنگ ونسل و مرتبہ ومقام سب کے اعضاء برابر بنائے اگر یہی اختیار انسان کے پاس
ہوتا تو غریب کو ایک آنکھ بھی میسر نہ آتی اور امراء سینکڑوں آنکھیں لگائے پھرتے
جیسے وہ مال و دولت کو صرف اپنا حق سمجھتے ہیں اور دن رات دولت جمع کرنے اور
اختیارات کے حصول میں مصروف رہتے ہیں یوں ہی انسانی اعضاء بھی وہ سب سے
بہتر اور بے شمار تعداد میں اپنے لئے مخصوص کر لیتے لیکن یہ ایسا نظام ہے جسے اللہ تعالیٰ
نے مکمل طور پر اپنے قبضہ میں رکھ کر اپنی ساری مخلوق کو مساوی طور پر ان نعمتوں سے نوازا
عدل و انصاف کا یہ عظیم مظاہرہ کس وجہ سے وجود پذیر ہوا محض اس لئے کہ خالق کی اس میں
کوئی ذاتی غرض شامل نہ تھی یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ ظلم و بے انصافی اسی جگہ ظاہر ہوتی
ہے جہاں ذاتی اغراض کارفرما ہوتی ہیں طمع و لالچ ظلم و زیادتی کی بنیاد بنتے ہیں دنیا جس
نظام آپ دیکھ لیں چونکہ انہیں انسانوں نے انسانوں کے لئے بنایا ہے اس لئے ان میں
انکی ذاتی اغراض کا عنصر غالب نظر آتا ہے کوئی بھی مادہ پرست انسان ذاتی اغراض کے خول
سے نہیں نکل سکتا۔ ملکی نظام بنانے والے ملک کے بڑے اداروں کے ممبران اپنے ساتھ کسی
قسم کی زیادتی یا شایان شان برتاؤ نہ ہونے پر تحریک استحقاق پیش کرتے ہیں غریب کے بیٹے
کی تھانے میں کھال بھی اُدھیڑ دی جائے تو اس کی فریاد بھی سننے والا کوئی نہیں مارا جائے
تو اس کی رپورٹ لکھنے والا کوئی نہیں ہوتا لیکن اگر ممبر صاحب کو اہلکار سلوٹ نہ کرے
تو اس کا استحقاق مجروح ہو جاتا ہے کوئی افسر اس کی پرچی پہ کام نہ کرے تو بھی اسکا
استحقاق مجروح ہوتا ہے ایسے لوگوں سے آپ انصاف کی توقع رکھتے ہیں اور ایسے لوگوں
سے آپ یہ توقع کرتے ہیں کہ وہ ملک کو ایسا آئین دیں گے جو تمام طبقوں کے درمیان
مساوات اور انصاف کا ضامن ہوگا اسمبلیوں میں بیٹھنے والے ممبران میں سے جو زمیندار
ہے وہ نظام زمینداری کا تحفظ کرے گا اور مزارعوں کو کند چھری سے ذبح کرے گا کارخانہ
دار ہے تو وہ کارخانہ داروں کے حقوق کا خیال رکھے گا۔ اور مزدوروں کا پیٹ کاٹنے کی
فکر میں ہوگا اسی طرح جس شعبے کے ساتھ اس کی ذاتی ہمدردیاں ہوں گی اور جس چیز سے
اس کا ذاتی مفاد وابستہ ہوگا اسی کے گرد اس کی تمام صلاحتیں رقص کر رہی ہونگی یہی
وجہ ہے کہ دنیا بھر میں آج تک انسانوں کا بنایا ہوا کوئی بھی آئین خرابیوں سے پاک نہیں

اور نہ ہی عدل و انصاف کے معیار پر پورا اترتا ہے یاد رہے کہ صرف اسلامی نظام ہی نظام عدل ہے اس کے بغیر تمام نظام ظلم و جور پر[۱] مشتمل ہیں اور احکام جاہلیت ہیں یہ ایسی حقیقت ہے جس کا دنیا بھر کے مفکرین و مدبرین قانون ساز و قانون دان سیاسی رہنما و ماہرین مل کر بھی نہ تو انکار کر سکتے ہیں اور نہ کوئی ایسا نظام دکھا سکتے ہیں جو خرابیوں سے پاک ہو آج دنیا میں تین نظام عروج پر ہیں ۱۔ سرمایہ دارانہ نظام جس کو مغربی جمہوری پارلیمانی نظام کہا جاتا ہے ۔ ۲۔ سوشلزم ۔ ۳۔ کمیونزم ۔ سرمایہ دارانہ نظام اقتدار سے حاصل شدہ قوت کے باعث ملک کے ایک مخصوص طبقہ کو تمام ملکی وسائل و دولت کا مالک بنا دیتا ہے

سوشلزم اور کمیونزم ملتے جلتے نظام ہیں اور ان کا اہم مقصد تمام وسائل کو حکومت کی تحویل میں لے کر ظاہر یہ کیا جاتا ہے کہ عوام میں مساوات قائم کر دی گئی ہے اور تمام لوگ برابر ہیں کسی کی بھی ملکیت میں کچھ نہیں سب لوگ محنت مزدوری کرتے ہیں اور برابر کا کھاتے پیتے ہیں ایک جیسے مکان انکو رہائش کے لئے مہیا کئے گئے ہیں اس نظام میں مساوات کا پرچار کر کے تمام وسائل کو حکومت کی ملکیت میں دے دیا جاتا ہے لیکن در حقیقت وہ تمام وسائل جو حکومت کی تحویل میں آ جاتے ہیں حکمران ٹولے کی ملکیت بن جاتے ہیں اس طرح حکمران ٹولہ ان کا مالک بنا ہوا ہوتا ہے بات وہی ہے صرف یہاں مکر و فریب کو انتہائی خوبصورت اور دلکش انداز میں پیش کیا جاتا ہے اور اس نظام میں بے علم اکثریت اکثر طور پر خوش بھی ہوتی ہے کیونکہ اس مکر و فریب میں پھنس کر وہ یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ شاید تمام وسائل حکومت کی تحویل میں ہیں اور سب لوگ برابر ہیں لیکن ان کا باشعور طبقہ بخوبی آگاہ ہوتا ہے کہ دراصل یہ تمام وسائل ان حکمرانوں کی تحویل میں ہیں جو حکومت کر رہے ہیں یہ صرف عوام کو بے وقوف بنانے کا انتہائی مکارانہ طریقہ ہے سوویت یونین جو سب سے بڑا کمیونسٹ ملک ہے آپ جانتے ہیں کہ اس کے حکام جن حکومتوں کے ساتھ دوستی رکھتے ہیں ان کے اربوں روپے کی امدادیں اپنے حکم سے دیتے ہیں ۔

۱۔ المحلی ابن حزم کتاب الاقضیہ ص۳۶۲ ج۹ ولا یحل الحکم الا بما انزل اللہ تعالی علی لسان رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو الحق وکل ما عدا ذلک فھو جور وظلم لا یحل الحکم بہ ویفسخ ابدا اذا حکم بہ حاکم ۔

دیگر ممالک میں انتشار پھیلانے کے لئے ملکوں پر قبضہ کرنے کے لئے اربوں روپے صرف
کرتے ہیں کیا عوامی فلاح کے یہی تقاضے ہیں کہ تمام ملکی وسائل پر حکومت قابض ہو جائے
اور حکومت پر چند لوگ قابض ہوں اور وہ اپنے عوام کے خون پسینے کی کمائی کو دنیا بھر میں
انتشار پیدا کرنے پر صرف کریں اس وقت تو خود سوشلسٹوں اور کمیونسٹوں نے اپنے
نظام کے خلاف چلنا شروع کر دیا ہے بہرحال دنیا کا کوئی بھی نظام ہو جس کے خالق
انسان ہیں وہ خرابیوں سے ہرگز پاک نہیں ہو سکتا اسلامی نظام اسی وجہ سے خرابیوں
سے محفوظ ہے کہ اس کا خالق خالق کائنات ہے اور اس ذات کریم کو کوئی طمع اور لالچ
نہیں اس نے اپنی مخلوق کے لئے جو نظام وضع فرمایا وہ عین عدل و انصاف ہے اور انسان
کی تمام ضروریات پر پورا اترتا ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ خالق سے بہتر مخلوق
کے معاملات حالات ضروریات کو کوئی اور نہیں جان سکتا اسلام نے سرمایہ داری جاگیرداری
کا قلع قمع کیا ہے اسلام نے قارون[۱] و فرعون پیدا نہیں کئے اسلام نے ابوبکر و عمر عثمان و علی
طلحہ و زبیر بلال و سلمان عبداللہ بن سلام اور عبدالرحمن بن عوف جیسے لوگ پیدا کئے اسلام
نے مال و دولت زر اور زمین کو معیار عزت نہیں بنایا بلکہ تقویٰ و پرہیزگاری[۲] کو عزت کا معیار
بنایا اسلام نے سرمایہ داروں اور سرداروں کی اولاد کو مناصب اور مراتب نہیں دیئے بلکہ غلاموں
اور گڈریوں کو اعلیٰ مناصب پر فائز کر کے خطہ ارضی پر عظمت انسانی کی ایسی مثالیں قائم
کی ہیں جنہیں دنیا کی نام نہاد مہذب قومیں کبھی بھی جھٹلا نہیں سکتیں اسلام نے بدعنوان
اور بدکار لوگوں کے گروہ پیدا نہیں کئے بلکہ بدعنوانی اور بدکاری کو جڑوں سے اکھاڑ
پھینکا اسلام نے انسانوں کو انسانوں کے حقوق غصب کرنا نہیں سکھایا بلکہ انسانوں
کو انسانوں کے حقوق دینے کو رضاء الٰہی اور عبادت قرار دیا۔ ریاست اسلام میں حقوق
مانگنے والے جلسے جلوس نہیں کرتے اور نہ ہی انہیں سڑکوں پر نکل کر لاٹھیاں اور پتھر کھانا
پڑتے ہیں اور نہ ہی ان کے آنسو گیس سے دم گھٹتے اور آنسو بہتے ہیں نہ ہی وہ تھانوں اور

۱؎ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (القرآن)

۲؎ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (القرآن) إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ (القرآن)

جیلوں میں حصول حقوق کی مہم کی سزائیں کاٹتے ہیں بلکہ حقوق دینے والے حقوق لینے والوں کے پیچھے پیچھے مارے مارے پھرتے ہیں کہ کہیں کسی حقدار کا حق تلف نہ ہو جائے اگر کسی کی حق رسی نہ ہوئی تو ہم اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے آج کے نام نہاد مفکر اسلام کے خلاف زبانیں کھولتے ہوئے شرم بھی محسوس نہیں کرتے اور عوام ان کی باتیں سن کر خاموش ہو جاتے ہیں کاش حق کے پرستاران کی پلید زبانوں کو کھینچ کیوں نہیں لیتے کیا دنیا کے کسی آئین میں غریب کی اتنی عظمت بھی بتائی گئی ہے کیا غریب کے حقوق کا اسلام سے زیادہ کسی نے بھی خیال رکھا ہے جو خالق ارض وسماء نے رکھا اگر پوری تاریخ انسانی کے غریب جمع ہو کر رب تعالیٰ کے اس فرمان پر جانیں نچھاور کر دیں تو بھی شاید ایک جملے کا بھی حق ادا نہ ہو گا کیا تاریخ آئین سازی میں کسی آئین ساز کی ایسی مثال بھی ملتی ہے جس نے یہ کہا ہو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[۲] بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا اے ابن آدم میں بیمار تھا تو تو نے میری بیمار پرسی نہ کی وہ شخص عرض کرے گا اے رب میں تیری بیمار پرسی کیسے کرتا تو تو رب العالمین ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا جس کی بیمار پرسی تو نے نہ کی کیا تجھے معلوم ہے کہ اگر تو اس کی بیمار پرسی کو جاتا تو مجھے وہیں موجود پاتا۔ اے ابن آدم میں نے تم سے کھانا مانگا تھا لیکن تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا وہ شخص عرض کرے گا اے میرے رب میں تجھے کھانا کیسے کھلاتا تو تو رب العالمین ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کیا تجھ سے میرے ایک بندے نے کھانا نہ مانگا تھا اگر تو اسے کھانا کھلا دیتا تو اس کا اجر مجھ سے پاتا اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا تو نے مجھے پانی نہ پلایا! اے میرے رب میں تجھے کیسے پانی پلاتا تو تو رب العالمین ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کیا تجھ سے میرے ایک بندے نے پانی نہیں مانگا تھا جس کو تو نے پانی نہ پلایا اگر تو اسکو پانی پلا دیتا تو اس کا بدلہ مجھ سے پاتا۔ (مسلم شریف)

---

۱ وفی اموالہم حق للسائل والمحروم (القرآن) ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما (سورۃ الدہر)
لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب تا آخر
۲ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عزوجل یقول یوم القیمۃ یا ابن آدم مرضت فلم تعدنی قال یارب کیف اعودک وانت رب العالمین تا آخر (مسلم شریف باب البر والصلہ)

سود کی ممانعت کی وجہ بھی یہی تھی کہ سود استحصال کا ایک بہت بڑا ذریعہ تھا۔ ایک غریب جب کبھی سود لے لیتا تو وہ سود در سود میں مبتلا ہو کر مکمل طور پر رہن ہو جاتا اس طرح سود خوار اس کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھاتے۔ سود خواروں سے غریبوں کی عزتیں بھی محفوظ نہ رہ سکتی تھیں سال بھر کی کمائی اُٹھانے کا دن پہنچتا تھا تو کھلیان پر سود خوار پہنچ کر تمام غلہ قرض اور سود میں گنے جاتے اور کاشتکار تصویر حسرت بن کر دیکھتا رہتا اس کے بچے جو اسی دن کا انتظار کر رہے ہوتے وہ سود خوار کو تمام غلہ اٹھا کر لے جاتا دیکھتے اور کف افسوس ملتے رہ جاتے۔

اسلامی نظام دنیا کا وہ واحد نظام عدل ہے جس نے استحصال کے اس بدترین طریق کار کو ختم کرنے کے لئے سود کی حرمت کا سخت ترین قانون[1] نافذ کر کے مظلوم انسانیت کو اس ظلم عظیم سے نجات دلائی۔

آج جن ممالک میں سود سرکاری اداروں میں جاری ہے کیا ایسی حکومتیں اسلامی نظام کا دعویٰ کر سکتی ہیں اور اگر وہ اسلامی حکومت ہونے کا دعویٰ کریں تو ان کے دعویٰ پہ یقین کیا جا سکتا ہے ...... ہرگز نہیں۔

اے عقل سلیم اور قلب حزیں رکھنے والو اس مبارک نظام کو سمجھو اور سوچو کہ اس سے بڑھ کر غریب کی عظمت کا کیا اہتمام کیا جا سکتا ہے اور یہ صرف اور صرف اسلامی نظام کا خاصہ ہے۔

ورنہ مغربی جمہوری نظام میں تو غریب کو زندگی کا حق بھی نہیں دیا جاتا جہاں جائیں آپ کو V.I.P کے الفاظ نظر آئیں گے۔ یعنی بہت اہم شخصیات جہاں اہم شخصیات بیٹھتی ہیں وہاں کسی غریب کا گذر بھی اس نظام کو منظور نہیں غریبوں سے اہم شخصیات کو بدبو آتی ہے وہ اپنے ملازموں کو یوں کھانا پھینکتے ہیں جیسے کتوں کو پھینکا جاتا ہے بلکہ کتے تو ان کی بیگمات کی جھولیوں میں آرام فرما ہوتے ہیں لیکن غریب کو ہاتھ دینا تو درکنار سلام کا جواب دینا بھی وہ باعث ذلت سمجھتے ہیں دنیا میں رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کوئی اہم شخصیت ہو سکتی ہے آپ نے اپنے زرخرید غلام حضرت زید کو اپنی پھوپھی زاد

---

[1] وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ اِتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (القرآن)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (القرآن)

بہن بیاہ دی اور جب حضرت زید نے انہیں طلاق دے دی تو حضور کریم نے ان کو اپنے نکاح میں لے کر انہیں ام المومنین بننے کا شرف عطا فرما دیا ایک غلام کی مطلقہ سے بھی آپکو نہ تو نفرت ہوئی اور نہ ہی انکو نکاح میں لینے سے آپ کو عزت میں کمی کا کوئی اندیشہ ہوا بلکہ آپنے یہ ثابت کیا کہ آزاد اور غلام دونوں انسان ہوتے ہیں اور غلامی کی وجہ سے کسی کی عزت ختم نہیں ہو جاتی اور عزت کا معیار آزادی اور غلامی نہیں بلکہ تقوی اور انسانیت ہے آپ بوڑھی ضعیف کافرہ عورتوں کے لکڑیوں کے گھٹے سر مبارک پر اٹھا کر ان کے گھروں تک پہنچا دیا کرتے جوتے خود گانٹھ لیتے گھر کے کام کاج کر لیتے۔ جو نظام مساوات کے یہ انوکھے انداز سکھاتا ہے آج کے بد باطن اُسے فرسودہ اور نا کمانہ کہنے کی جسارت کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان بھی کہلاتے ہیں کیا منافقت یہی نہیں تو کوئی اور چیز ہے کیا آج منافقوں کی کمی ہے۔ کیا اسلام کے نام لیوا آج کل منافقوں کو کھلی چھٹی دیئے ہوئے ہیں کہ ان کی ناپاک زبان اور قلم جو چاہے کہتی اور لکھتی رہے کیا ایسے لوگوں کے خلاف اب جہاد کا حکم منسوخ ہو چکا ہے یا ہم غیرت ایمانی سے محروم ہو گئے ہیں کیوں ہمارے جذبات اطاعت و محبت الٰہی میں تلاطم پیدا نہیں ہوتا کیا ہم نے دنیا کو ہی سب کچھ سمجھ لیا ہے کیا دنیا فانی نہیں ہے کیا ہمیں موت پر یقین نہیں رہا کیا ایک دن ہم نے مالک یوم الدین کے سامنے اپنے اعمال کا جواب نہیں دینا جب اللہ تعالیٰ ہم سے پوچھیں گے کہ میرا نظام پامال ہو رہا تھا میری تعلیمات کو مسخ کیا جا رہا تھا میری مخلوق کے غریب ظلم کے پاٹوں میں پس رہے تھے میرے شعائر کی توہین ہو رہی تھی مجھ سے غداری اور میرے احکامات سے بغاوت ہو رہی تھی میرے کلام کو جلایا جا رہا تھا میری حدود کو روندا جا رہا تھا اور میرے قانون کو کچلا جا رہا تھا تم اس وقت صرف اپنی جان کے تحفظ میں مصروف تھے اور لذات دنیا سے دل بہلا رہے تھے تمہیں میری رضا اور اطاعت کی ضرورت نہ تھی تمہیں میری عظمت سے اپنی جان عزیز تھی تمہیں مال و دولت کے فنا ہونے کا یقین نہیں تھا تم نے جان اور مال کی قربانی دے کر میرے دین کو کیوں نہ بچایا تو اس وقت ہمارے پاس کیا جواب ہوگا۔

بالخصوص علماء و مشائخ کا طبقہ جن کی زندگی کا واحد مقصد ہی اسلام کا تحفظ اور اعلاء کلمۃ اللہ ہے جو بلا واسطہ اسلام سے وابستہ ہیں اور اسلام کے نام پر کھاتے پیتے اور آرام

وسکون کی زندگیاں گذارتے ہیں مندرجہ بالا سوالات کا ان کے پاس کیا جواب ہوگا کیا الٹی سیدھی تاویلیں اور جان بچانے کے لئے دینی احکام کو توڑنے مروڑنے سے جس طرح وہ یہاں اپنی جانیں بچاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حضور بھی ان کے یہ حیلے بہانے کارآمد ثابت ہو سکیں گے ۔ عامۃ المسلمین محض اس لئے اپنی خون پسینے کی کمائی سے ان کو نذرانے شکرانے دیتے ہیں کہ یہ اللہ والے ہیں اور دین کے محافظ ہیں لیکن ان کا کام صرف حصول زر ہی رہ گیا ہے ۔ کیا دین کو انہوں نے جلب زر کا ذریعہ اور پیشہ بنا لیا ہے اسلام انہیں پکار رہا ہے کہ اٹھو اور دنیا میں میری عظمت بحال کرو اللہ کی زمین پر اللہ کی حکومت قائم کرو اطاعت اللہ اور اطاعت رسول اللہ کو اپنا شعار بنالو فانی دے کر باقی لے لو یاد کرو تم سے اللہ تعالیٰ نے تمہاری جانیں اور تمہارے مال جنت کے بدلے خرید لئے ہیں اگر تم واقعی اللہ تعالیٰ کے ہو چکے ہو تو تم اللہ کا گروہ[۱] ہو جو کبھی مغلوب نہیں ہوتا ہمیشہ غالب رہتا ہے اسلام کے غلبے کے لئے اٹھو اور دنیائے کفر و ضلالت پر طوفان بن کر چھا جاؤ تمہارے عمل کی بجلیاں یوں چمکیں کہ ظلم و ستم کے اندھیرے چھٹ جائیں آج تمہارے خون کی اسلام کے چراغ کو ضرورت ہے تمہارے اخلاص سے بدی کے قلعوں کو مسمار ہو جانا چاہئے تمہارے حسن عمل سے بداعمالی و بدکرداری کی فصیلیں منہدم ہو جانی چاہئیں تم اس کشتی کے سوار ہو جس کے ناخدا تاریخ انسانی کی سب سے عظیم اور مبارک ہستی ہیں جن کی ذات نے کفر و عصیان کے اندھیرے غاروں کو بھی نور اسلام سے منور کر دیا جنہوں نے تن تنہا پوری دنیا کا مقابلہ کیا جن کے عزم نے تاریخ کا رخ موڑ دیا کفر کے سیلاب کو منتشر کر دیا اور آفاق کو اپنی صداقت کی وسعتوں میں گھیر لیا کیا ان کا اسوہ حسنہ تمہارا رہنما نہیں کیا ان کی اتباع تم پر فرض نہیں کیا تم ان تمام باتوں کو بھول چکے ہو۔

اسلام میں کسی سربراہ مملکت (خلیفہ) کو ایک عام آدمی سے حقوق میں کوئی فوقیت حاصل نہیں ہوتی اُسے اللہ تعالیٰ کے حضور ایک عام آدمی سے کہیں زیادہ جواب دہی کا خوف لاحق ہوتا ہے عام آدمی کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہے کہ اگر خلیفہ کوئی غلط خلاف شرع خلاف عدل و انصاف کام کر رہا ہو تو اُسے روک دے اسلام کسی کی زبان پر تالے نہیں لگاتا خلیفہ

۱؎ وَمَنْ يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ (القرآن)

کو دربان رکھنے یا دروازے پر پردے لٹکانے کی اجازت نہیں ہوتی وہ کسی طرح بھی عام آدمی سے حقوق میں فائق نہیں ہوتا اس کی ملاقات پر کوئی پابندی نہیں ہو سکتی اس کے دروازے ہر وقت عوام کے لئے کھلے رہتے ہیں آج کے نام نہاد اسلامی سربراہان مملکت تو اسلام کے پاکیزہ دامن پر ایک بدنما داغ ہیں ان کی ملاقات کا عام آدمی تو کیا بڑے بڑے لوگ بھی تصور ہی نہیں کر سکتے کیا ایسے حکمران اسلامی حکومت کے سربراہ کہلانے کے مستحق ہیں

اسلام کا نظام عدل اتنا صاف واضح اور آسان ہے کہ اس میں ناانصافی کا امکان ہی نہیں ہے ہر شخص قاضی کی عدالت میں بلا روک ٹوک جا سکتا ہے اپنا معاملہ خود پیش کر سکتا ہے کسی وکیل یا معاون کی ضرورت نہیں اسے انصاف فراہم کرنا اسلامی ریاست عدل و انصاف کا فرض ہے ۔ چونکہ اسلامی قانون اتنا واضح اور مختصر ہے کہ ہر عالم دین اس کو بخوبی جانتا ہے اگر قاضی کسی قسم کی غلطی کرتا ہے تو کسی بالا عدالت میں اس کی اپیل کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس کے معاون وہاں ہی موجود ہوتے ہیں جو اس کی رہنمائی کر دیتے ہیں یا کوئی بھی عالم دین یا ان احکامات کو جاننے والا کوئی بھی شخص جب قاضی کو اس کی غلطی پر متنبہ کرتا ہے ۔ تو وہ فوراً اس کی اصلاح کرتا ہے ۔ رشوت و سفارش کا کاروبار اسلامی عدل کو اس لئے سبوتاژ نہیں کر سکتا کہ اس قانون میں تاویل و تشریح کی گنجائش ہی نہیں ہوتی کہ اسے توڑ موڑ کر کچھ سے کچھ بنا دیا جائے اسلامی قانون اتنا واضح ہے کہ تقریباً اُسے ہر شخص جانتا ہے لہٰذا اگر کوئی بد دیانت غلط کام کرنے کی کوشش بھی کرے تو وہ کامیاب نہیں ہو سکتا اس کی بنیادی وجہ قانون کا عام فہم اور اٹل ہونا ہے

ہر وہ شخص جو قاضی بننے کی خواہش کرے اُسے قاضی مقرر نہیں کیا جا سکتا بلکہ بے غرض اور پرہیزگار آدمی کو قاضی بنایا جاتا ہے اگر کسی صورت میں قاضی کوئی فاسق بھی بن جائے تب بھی وہ ناانصافی کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوتا ۔ اسلام کسی کو درجہ قضا پر یوں مقرر

ل وانزلنا الیک الکتاب بالحق مصدقا لما بین یدیہ من الکتاب ومھیمنا علیہ فاحکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھواءھم عما جاءک من الحق (القرآن) وان احکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھواءھم (القرآن) ذلک الکتب لا ریب فیہ ۔ لا تبدیل لکلمات اللہ (القرآن) نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون (القرآن)

نہیں کر دیتا کہ اگر اس کی ایک لاکھ شکایتیں بھی آجائیں تو اس کو اس کے منصب سے کوئی نہ ہٹا سکے بلکہ ایک مصدقہ شکایت ہی قاضی کو نااہل اور عہدہ قضا سے ہٹانے کے لئے کافی ہوتی ہے۔

اسلامی نظام عدل کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ کو انصاف سالوں میں نہیں بلکہ دنوں میں میسر آتا ہے یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ مروجہ قانون کا ایک بہت بڑا نقص یہ بھی ہے کہ کسی شخص کو انصاف سالوں میں ملنے کی توقع ہوتی ہے کیونکہ اکثر مقدمات اپیل در اپیل کی وجہ سے عموماً پانچ چھ سال تک مکمل فیصلہ تک پہنچتے ہیں بعض دس سال یا اس سے بھی زیادہ عرصہ میں حتمی فیصلے تک پہنچتے ہیں یہ اتنا طویل عرصہ ہے کہ اس میں کچھ انصاف کے طالب تو راہی عدم ہو جاتے ہیں لیکن ان کو انصاف نہیں مل پاتا اتنے طویل عرصہ کے اعصاب شکن انتظار کے باوجود انصاف کا ملنا بھی قطعی غیر یقینی ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس نظام سے اکثر لوگ بغاوت کرتے ہوئے قانون کو ہاتھ میں لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں کیونکہ جو معاملات حقوق اور انصاف سے تعلق رکھتے ہوں ان میں ہر مظلوم جلد سے جلد انصاف چاہتا ہے جیسے کسی کا عزیز قتل ہو چکا ہو تو وہ بلا تاخیر قاتل کو تختہ دار پر دیکھنے کا متمنی ہوتا ہے تاکہ قاتل کو سزا ملتے دیکھ کر وہ اپنا کلیجہ ٹھنڈا کر سکے لیکن جب وہ فوری انصاف سے ناامید ہو جاتا ہے تو اس کے سامنے ایک ہی راستہ رہ جاتا ہے کہ وہ خود قاتل کو قتل کر کے اپنے دل کی آگ کو سرد کرے پھر دوسرا فریق بھی یہی راستہ اختیار کرتا ہے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس طرح کبھی نہ ختم ہونے والی دشمنی چل نکلتی ہے جس کی آگ میں جل جل کر دونوں خاندان تباہ ہو جاتے ہیں

یہ معاملہ صرف قتل کے سلسلہ میں نہیں بلکہ چوری اغوا جائداد کے معاملات زدوکوب وغیرہ کئی ایسے معاملات ہیں جن میں انصاف کے غیر یقینی اور طویل مدت کے بعد حصول کی وجہ سے ناامید ہو کر لوگ دوسرا راستہ اختیار کرتے ہیں جو معاشرے کی تباہی کا سبب بنتا ہے حالانکہ مقدمات کے فیصلوں میں تاخیر دونوں فریقوں کے لئے ظلم مزید تی کا باعث بنتی ہے اگر مقتول فریق کے لوگ بہت دیر تک صبر نہ کر سکنے کے

باعث قانون کو ہاتھ میں لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں تو دوسری سمت ملزم مقدمہ کا فیصلہ ہونے تک جو سالوں کا عرصہ جیل میں رہتا ہے یہ حوالات کا عرصہ اس کے کون سے جرم کی سزا ہوتا ہے اگر قتل کی سزا میں اُسے شمار کیا جائے تو بصورت سزائے موت، سزائے موت اور آٹھ دس سال کی قید اب ایک قتل کی دو سزائیں ہو گئیں کیا یہ ظلم اور زیادتی نہیں اور اگر ملزم کو بے گناہ قرار دے کر بری کر دیا جاتا ہے تو اس آٹھ دس سال کی قید کا کیا جواز ہو گا۔ یہ ایک بیگناہ شخص پر ظلم عظیم نہیں تو اور کیا ہے پھر اس ملزم کو اس قید ناحق کا معاوضہ بھی نہیں دیا جاتا۔

انصاف کیجئے دنیا میں اس قانون سے زیادہ ظالمانہ جاہلانہ سفاکانہ قانون بھی کوئی ہو سکتا ہے۔ اگر کسی شخص کو انصاف چند دنوں میں ملنے کا یقین ہو تو وہ کیوں تباہی کا راستہ اختیار کرے گا یہ صرف اسلامی نظام کا خاصہ ہے کہ ابھی مقتول کا خون خشک نہیں ہوتا کہ انصاف قاتل کو اپنے انجام تک پہنچا دیتا ہے اس طرح مستقل دشمنی اور تباہی کا راستہ مسدود ہو جاتا ہے۔

کچھ لوگ اسلام کے نظام عدل کو ظلم اور بربریت سے تعبیر کرتے ہیں ان کے خیال میں اسلامی حدود و تعزیرات ظالمانہ قوانین ھیں

ہم یہاں دو سزاؤں پر غور کرتے ہیں قصاص اور قطع ید پر یعنی قتل کا بدلہ قتل اور چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا قتل کے بدلہ میں قتل تو سمجھ آنے والی بات ہے لیکن چوری کی سزا بظاہر کافی بھاری معلوم ہوتی ہے جس سے کچھ لوگ بہت زیادہ ہی پریشان ہیں لیکن درحقیقت پریشانی کی اس میں کوئی بات نہیں کیونکہ جو چوری کا ارادہ نہیں رکھتا اُسے اسکی سزا سے پریشان اور خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں اور اگر یہ واویلا چور ہی مچا رہے ہیں تو انکا مقدر درحقیقت چور کی اسلامی سزا بالکل صحیح اور عین اسکے جرم کے مطابق ہے لیکن شور مچانے والوں نے اس حکمت پر غور نہیں کیا کہ اسلام نے سخت سزائیں کیوں مقرر کی ہیں اسلام دراصل جرائم کو ختم کر کے ایک پاکیزہ معاشرے کو وجود دینے کا علمبردار ہے اسلام چاہتا ہے کہ جرائم بالکل ختم ہو جائیں اور لوگ امن و سکون سے وقت گزاریں اسی لیئے سخت سزائیں مقرر کی گئی ہیں تاکہ سزاؤں کے خوف سے لوگ جرائم ترک کر دیں۔

انصاف کا تقاضا بھی یہی ہے کہ رعایا کو امن و سکون مہیا کیا جائے تاکہ وہ پُرامن ماحول میں رہ کر زندگی کے مقاصد کو پوری لگن اور دلجمعی سے حاصل کر سکیں ملکی تعمیر و ترقی میں بھی قابل قدر حصہ لے سکیں اور معاشرے کے بہترین صحت مند فرد بن سکیں آپ ہی فیصلہ کریں کہ جو لوگ چوروں کے خوف سے راتیں جاگ کر کاٹیں دن میں انہوں نے کیا کام کرنا ہے اور ایسے لوگوں کی صحت کیسے صحیح رہ سکتی ہے ایک چور کے خوف سے ہزاروں افراد بے آرام ہو جاتے ہیں کیونکہ اگر وہ رات جاگ کر پہرہ نہ دیں اور چور انکا اثاثہ لے جائے تو انکی عمر بھر کی پونجی ایک لمحہ میں لٹ جاتی ہے اسطرح وہ قلاش ہو جاتے ہیں کتنی بیٹیوں کے جہیز لٹ جاتے ہیں بیواؤں یتیموں مسکینوں محتاجوں تک کو چور معاف نہیں کرتے پھر چوری کی ہوئی رقم کو کیا نیکی کے کام میں خرچ کرتا ہے یا جوا شراب زنا عیاشی بدمعاشی پر صرف کرتا ہے اسطرح ایک گناہ کئی گناہوں کو بنیاد اور اسباب فراہم کرتا ہے اور چند گھنٹوں میں کسی غریب کی عمر کی کمائی کو انتہائی بے دردی سے جوئے کے داؤ پر اڑا دیتا ہے کیا یہ ظلم نہیں اس سے زیادہ ظلم اور کیا ہو سکتا ہے موجودہ دور کے مفکر اور دانشور ظالم کے ہمدرد بنکر ظلم کی بنیادوں کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں اور کم سے کم سزا دیکر مجرم کی حوصلہ افزائی کر کے جرائم کو بڑھانا چاہتے ہیں کیا مغربی جمہوریت میں عدل و انصاف اسی کو کہتے ہیں کہ معاشرے کو ظالموں کے پنجۂ استبداد میں دیکر غریبوں اور شریفوں کی زندگی کو دوزخ بنا دیا جائے۔

اسلام چونکہ ملک کے تمام لوگوں کو باعزت روزگار یا گذارہ الاؤنس مہیا کرتا ہے بیت المال کے

دروازے غریبوں مسکینوں حاجتمندوں پہ کھلے رہتے ہیں کوئی شخص بھوکوں مرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا رہائش یا لباس سے بھی محروم نہیں رہ سکتا اسکے بنیادی حقوق کی ضامن اسلامی ریاست علی ہے اتنی مراعات کے باوجود بھی اگر کوئی شخص چوری کرتا ہے اور اتنے قبیح اور مذموم فعل کا مرتکب ہوتا ہے تو کیا وہ سخت سزا کا مستحق نہیں اور اتنے بڑے جرم کے بدلے میں دی جانے والی یہ سزا کیا ظلم ہے یا ظلم کا خاتمہ۔ کیا چور ظالم نہیں ہے آخر اسکو اپنے جرم کی سزا کیوں نہ دی جائے ظالم کو سزا نہ دینا کیا ظلم نہیں ہے مروجہ نظام ظالم کا ساتھی ہے جبکہ اسلام مظلوم کا ساتھی ہے اور ظالم کا دشمن یہی وجہ ہے کہ مغرب نہ وہ نام نہاد مفکرین ظلم کا ساتھ دیتے ہیں اور ظلم کی وکالت کرتے ہیں۔

اسلامی نظام پہ یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ اگر اسلامی نظام نافذ ہو جائے تو تمام لوگ ہاتھوں سے محروم ہو جائیں گے اور اسطرح وہ معاشرے پر بار بن جائینگے یہ منطق کتنی مضحکہ خیز ہے کیا ملک میں رہنے والے تمام لوگ چور ہیں کہ سب کے ہاتھ کٹ جائیں گے آپ بخوبی جانتے ہیں کہ ایک فیصد لوگ کیا کئی ہزار افراد میں سے بھی بمشکل ایک شخص چور ہوتا ہے۔ جبکہ شریعت مطہرہ نے ہاتھ کاٹنے کی سزا جاری کرنے کے لیے بہت سی شرائط رکھی ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں دس درہم سے زیادہ مالیت کی چیز کا چور ہو آج دس درہم تقریباً ۱۰۰ روپے کی مساوی مالیت کے ہوتے ہیں مال محفوظ ہو راستے میں پڑی ہوئی چیز نہ ہو غیر محفوظ مقام سے چوری نہ کی گئی ہو ایسی جگہ سے مال چوری کیا گیا ہو جسکی حفاظت کی جاتی ہو چوری ثابت کرنے کے لیے معیار شہادت پر پوری اترتی ہوئی شہادتیں بھی ضروری ہیں ایسی تمام شرائط پوری ہونے پر ہی ہاتھ کاٹنے کی سزا دی جائے گی اس احتیاط کے باوجود بھی چور کے ہاتھ کاٹنے کو ظلم کہنے پر کچھ لوگ اصرار کرتے ہیں تو انکی کج فہمی کا علاج کیا ہو سکتا ہے ہم نے یہ چند شرائط ذکر کی ہیں جبکہ یہ شرائط اس سے زیادہ ہیں ایک تحقیقی چور کا تمام شرائط پوری ہو جانے کے بعد ایک ہاتھ کا کٹ جانا جن لوگوں کو ظلم نظر آتا ہے انہوں نے مروجہ قانون جو انکا محبوب اور جسے وہ تمام خرابیوں خامیوں سے پاک سمجھتے ہیں اسکے کمالات کیا ملاحظہ نہیں کیئے تھانوں میں صرف چوری کے شبہ میں جسمانی ریمانڈ کے حوالے سے جو تحقیق و تفتیش کی جاتی ہے اس میں کتنے بے گناہوں کو ننگا کر کے ان کے جسم پر کوڑے برسائے جاتے ہیں برف کی سلوں پہ لٹایا جاتا ہے شلوار میں چوہے اور مکوڑے چھوڑ دیے جاتے ہیں شرم گاہ میں مرچیں اور ڈنڈے گھسائے جاتے ہیں۔ اللہ تعالٰے معاف کرے ایک انسان اس کمینگی اور بے حیائی کا تصور بھی نہیں کر سکتا جو تھانوں میں تفتیش کے

نام پر ملزموں سے روا رکھی جاتی ہے اور یہ سب کچھ جرم ثابت ہونے سے پہلے جرم ثابت کرنے اور جرم کا اقرار کرانے کے لیئے کیا جاتا ہے اس ظلم و تشدد سے بچنے کے لیئے اکثر بے گناہ جرم تسلیم کر کے تھانے کے ظلم و ستم سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر نا کردہ جرم کی سزا ہر جگہ بھگتتے ہیں کیا یہی وہ قانون ہے جسکو بے مثال کہا جاتا ہے حالانکہ اسلام میں کسی قسم کے جرم کے ملزم کو دوران تفتیش قطعاً جسمانی سزا نہیں دی جا سکتی۔

اسلامی نظام میں قتل کی سزا قتل ہے جو عین حق و انصاف ہے۔ قاتل جو کسی معصوم جان کو صفحہ ہستی سے مٹا کر پوری انسانیت کے ساتھ ظلم کا ارتکاب کرتا ہے کیا وہ کسی رعایت کا مستحق ہے حقیقت تو یہ ہے کہ قصاص میں ہی نوعِ انسانی کا تحفظ اور وقار ہے انسانی جان کی عصمت کیا کوئی معمولی چیز ہے جسے جس ظالم کا جی چاہے تہ و بالا کر دے ملک کا مروجہ قانون چونکہ ظلم و ستم پر مشتمل ہے جس میں قاتل کو محض شک کا فائدہ دے کر بری کر دیا جاتا ہے یا سزائے موت کی بجائے عمر قید دے دی جاتی ہے جو عموماً دس گیارہ سال بنتی ہے قتل کے مقابلے میں دس گیارہ سال کیا خون انسانی سے ظالمانہ مذاق نہیں کیا یہی انصاف ہے یہی وجہ ہے کہ آج کسی کی جان محفوظ نہیں رہی کیونکہ قاتل کو یقین ہوتا ہے کہ مجھے دس پندرہ سال کی قید کی سزا ہی مل سکتی ہے تو قتل کے بدلے میں اسکی کیا اہمیت ہے لہذا ہر شخص بلا خوف و خطر قتل پر آمادہ نظر آتا ہے اس طرح حیات انسانی کی قدر و قیمت ختم ہو گئی ہے ایک اور افسوس ناک صورت حال یہ ہے کہ موجودہ نظام عدل کسی شخص کو جب قتل کے الزام سے بری قرار دے دیتا ہے یا شک کا فائدہ دے کر بری کر دیتا ہے یا مطلوبہ شہادتیں میسر نہ آنے کے باعث ملزم کو بری کر دیا جاتا ہے تو اس فیصلے کے ساتھ ہی مسئلہ ختم ہو جاتا ہے حالانکہ چاہیئے تو یہ تھا کہ ملزم اگر مجرم ثابت نہیں ہوا تو حقیقی مجرم کو تلاش کر کے اسکو سزا دی جاتی کیونکہ مقتول کا قتل ہونا تو یقینی طور پر ثابت ہے اب اگر قاتل یہ شخص نہیں تو کوئی اور ہوگا یہ تو نا ممکن ہے کہ ایک شخص قتل بھی ہوا ہو لیکن اس کا قاتل کوئی بھی نہ ہو ایسی صورت میں عدالت پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ حقیقی قاتل کو تلاش کر کے اسکو سزا دے نہ کہ بالکل قتل کو رائیگاں کر دے ہمارے ملک میں بالکل ایسا ہی ہوتا ہے کیا یہی انصاف ہے اسلام نے قتل کی سزا قتل[1][2]

۱۔ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ (القرآن)

۲۔ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰأُولِي الْأَلْبَابِ۔ (القرآن)

مقرر کر کے حیات انسانی کا ایسا تحفظ کیا ہے جسکی جتنی تعریف کی جائے کم ہے حقیقت تو یہ ہے کہ ایسے بے پایاں عدل کی توقع اسلام کے علاوہ کس نظام سے کی جاسکتی تھی اسلام کسی مقتول کے قتل کو کسی طرح ضائع نہیں ہونے دیتا مغربی جمہوری نظام میں اگر مقتول کے ورثاء ایڑھی چوٹی کا زور نہیں لگاتے تو مروجہ قانون قتل کی پیروی کرنے کے لیئے بھی تیار نہیں یا قاتل نامعلوم ہے تو بھی قتل جتنا اہم مسلئہ مکمل طور پر ختم کر دیا جاتا ہے اور کیس داخل دفتر کر کے افسران تفتیش تحقیق سے جان چھڑا لیتے ہیں اسی مجبوری سے بعض اوقات مقتول کے ورثاء کو شک کے نام پر کچھ فرضی بے گناہوں کے نام بھی پیش کرنے پڑتے ہیں تاکہ کیس پہلے دن ہی ختم نہ ہو جائے کچھ دن تو جاری رہے تاکہ ہم اس دوران کچھ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر سکیں۔

جبکہ اسلام ایسے قتل کو بھی کسی طرح رائگاں نہیں جانے دیتا اگر قاتل معلوم نہیں تو جس محلہ میں قتل ہوا ہے اسکے پچاس معزز افراد سے قسم لی جائے گی ہر شخص یوں قسم اُٹھائے گا کہ نہ تو میں نے اس شخص کو قتل کیا ہے اور نہ اسکے قاتل کو جانتا ہوں اسکے بعد محلہ کے لوگوں سے دیت کی رقم وصول کر کے مقتول کے ورثاء کو دی جائے گی لیکن اگر ایسی جگہ کوئی قتل ہوا ہے جو عمومی استعمال و منافع کی جگہیں ہیں یا جہاں پر کوئی شہر قریب نہیں ہے مقام قتل جنگل سڑک یا پارک وغیرہ ہے تو مقتول کی دیت اسکے ورثاء کو بیت المال سے دی جائے گی جبکہ شرعی طور پر دیت سو اونٹ یا انکی قیمت ہوتی ہے جو آجکل اونٹ کی قیمت کے اندازے سے تقریباً چھ لاکھ روپے بنتی ہے اسلام نے انسانی جان و مال کو تحفظ دینے کو کتنی اہمیت دی ہے جبکہ مروجہ قانون میں عام طور پر ایک شخص کا سرکاری معاوضہ سولہ ہزار روپے تھا جو اب بڑھ کر چوبیس ہزار روپے ہو گیا ہے دیت کی رقم میں اس عظیم فرق کے باوجود کیا کوئی ایسی مثال بھی موجود ہے کہ ایسے مقتول کی دیت قومی خزانے سے دی گئی ہو یہاں تو عدل و انصاف کا نام لینا بھی گناہ ہے اسلامی نظام کے عدل و انصاف کو یقینی بنانے میں سب سے بڑا عمل دخل روز قیامت اللہ تعالےٰ کے حضور اپنے ہر عمل کی جوابدھی کا تصور ہے ہر مسلمان کو یہ یقین ہے کہ اگر میں کسی طرح ہیر پھیر چرب زبانی یا رشوت و سفارش کے ذریعہ اس دنیا میں عدالت کی جزا و سزا سے بچ بھی جاؤں تو بھی مجھے ایک روز اللہ تعالےٰ کے سامنے اپنے کیئے کا جواب دینا ہے اور وہ ایسی عدالت ہے جس سے کوئی چیز مخفی نہیں رہ سکتی اور آخرت

کی سزا دنیا کی سزا سے بہت ہی سخت ہو گی ایسی صورت میں ہر شخص اپنے ہی مفاد میں یہ سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ آخرت کی سزا سے دنیا کی سزا آسان اور بہتر ہے یہ ایک ایسا تصور ہے جو اسلامی عدل و انصاف کو یقینی بنا دیتا ہے اور یہ خوبی اسلام کے علاوہ دنیا میں کسی نظام میں موجود نہیں ہے

اسلامی نظام میں انتظامیہ کا کردار بھی اتنا ہی صاف اور پاکیزہ ہوتا ہے جسطرح کہ اسلامی نظام کے اور شعبے اسلامی نظام میں رشوت و سفارش کو جسطرح ختم کرنے کے احکامات دیئے گئے ہیں انکی موجودگی میں کوئی بھی مسلمان جس کے دل میں ذرہ بھر بھی خوف الٰہی موجود ہو بھوکا تو مر سکتا ہے لیکن رشوت نہیں لے سکتا سفارش قبول نہیں کر سکتا اسی خرابی کے ختم ہو جانے سے انتظامیہ کا کردار بالکل صاف ہو جاتا ہے رشوت و سفارش کو ختم کرنے کے لیئے اسلام نے پوری طرح منصوبہ بندی کی ہے ہر شخص کو کم از کم اتنی تنخواہ دی جاتی ہے جو اسکی ضروریات کے لیئے کافی ہو اور اسے حرام کھانے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے انتظامیہ کو عوام کے خادم کی حیثیت حاصل ہوتی ہے اور وہ درحقیقت عوام کی خدمت کو ہی اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں اور اگر وہ اس میں کوتاہی کریں یا اس کے برعکس کریں تو انہیں احتساب کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور بقدر جرم انہیں سزا بھگتنا پڑتی ہے اسلامی نظام میں موجودہ حکومت کی طرح کوئی فضول قانون و قاعدے نہیں ہوتے کہ ریڈیو ٹی وی پر انکی تشہیر کر کے ساری دنیا کو تنگ کر دیا جائے لیکن عمل ذرہ برابر بھی نہ ہو بلکہ کوئی شکایت سننے والا بھی نہ ہو اسلامی حکومت میں ایک خاص محکمہ محتسب کا ہوتا ہے جو بے پناہ اختیارات کا مالک ہوتا ہے وہ ملک کے صدر اور وزیر اعظم پر بھی حاوی ہوتا ہے اور یہ بھی اسکے سامنے جوابدہ ہوتے ہیں محتسب کا محکمہ بلا امتیاز ہر شہری کے خلاف حسب ضرورت اقدامات کرنے کا مجاز ہوتا ہے۔

وضاحت۔ ہمارے ملک میں بھی وفاقی محتسب اور اب صوبائی محتسبوں کے بھی محکمے قائم ہو گئے ہیں اسلامی نظام میں محتسب اور موجودہ محتسب میں کوئی قدر مشترک نہیں ہے لہٰذا کسی بھی شخص کو اس محتسب کے محکمے اور اختیارات کو دیکھ کر دھوکہ نہیں کھانا چاہیئے کہ شاید شرعی حکومت کا محکمہ محتسب بھی ایسا ہی کاغذی گھوڑا ہو گا ہرگز نہیں بلکہ وہ ایسا محکمہ ہوتا ہے جس کی گرفت سے ملک کا سربراہ بھی نہیں بچ سکتا یہی وجہ ہے کہ اسلامی نظام کے نفاذ سے جو پاکیزگی عمل پیدا ہوتی

ہے اسمیں اس محکمے کا بھی بڑا دخل ہوتا ہے موجودہ حکومت کا محکمہ احتساب قطعی بے اختیار اور اسلام کا محکمہ احتساب مکمل با اختیار ادارہ ہوتا ہے موجودہ محکمہ محتسب صرف شکایت سننے کے بعد سفارش کرسکتا ہے اور وہ بھی اگلے کے رحم و کرم پر ہوتا ہے کہ مان لے تو اسکی مہربانی اور اگر انکار کردے تو اسکا کیا بگاڑا جاسکتا ہے جبکہ اسلامی حکومت کے محتسب کے آہنی پنجوں سے کوئی ظالم بدعنوان راشی بدکار بچ نہیں سکتا آجکل محتسب کا کام کرنے کے لیئے کئی ادارے موجود ہیں مثلاً انسداد رشوت ستانی محتسب کا محکمہ کرایم برانچ ایف آئی اے لیکن جتنے محکمے بڑھائے جارہے ہیں اتنی بدعنوانی اور رشوت بڑھ رہی ہے۔

جب ایک محکمہ ہوتا ہے تو رشوت بھی وہی لوگ لینے والے ہوتے ہیں لیکن جب اس سے زیادہ محکمے بنا دیئے جاتے ہیں تو اتنے زیادہ رشوت لینے والے پیدا ہوجاتے ہیں انتظامیہ کا گھناؤنا کردار ہمیشہ جرائم کی حوصلہ افزائی کرتا اور مجرم پیدا کرتا ہے انتظامیہ یہ سب کچھ اتنی دلیری سے کیوں کرتی ہے محض اسلیئے کہ موجودہ قانون اتنا ناقص ہے کہ اسکے ذریعے کسی بدعنوان کو بدعنوانی ختم کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا اُسے بدعنوانی سے باز رکھنے کی یہ قانون صلاحیت نہیں رکھتا یہی وجہ ہے کہ اس نظام میں ایک سپاہی سے لیکر سربراہ تک تقریبا اکثر لوگ راشی ہوتے ہیں تھانوں کی بولیاں ہوتی ہیں جو انچارج زیادہ بولی دیتا ہے اُسی کو اس تھانے میں متعین کیا جاتا ہے۔ واضح ہے کہ ٹھیکے کی رقم پوری کرنے کے لیئے اُسے ہاتھ پاؤں مارنے پڑتے ہیں جسکے نتیجہ میں معاشرے کا ہر فرد انکے ہاتھوں ظلم کا نشانہ بنتا ہے ریڑھی والے سے لیکر مارکیٹ والے تک پھیری والے سے سٹور والے تک عام شریف آدمی سے لیکر معززین تک ہر شخص انکی تیز چھری کے نیچے دم توڑ رہا ہوتا ہے سڑکوں پر کھڑے پولیس والے آنے جانے والے موٹر سائیکلوں سے لیکر ٹرکوں تک اور ٹرک ڈرائیور سے لیکر مالک تک سب کو ذبح کرتے نظر آتے ہیں انہیں قانون پر عمل درآمد سے غرض نہیں ہوتی بلکہ صرف رشوت وصول کرنا انکا مقصد ہوتا ہے عدالتوں میں انصاف کی نیلامی ہوتی ہے موٹر وہیکل بالکل نئی گاڑی کو جب تک رشوت نہ ملے پاس نہیں کرتا لیکن ایک بالکل ناکارہ گاڑی کو بغیر دیکھے پاس کر دیتا ہے اسلیئے کہ اس کی جیب گرم ہو چکی ہے ایک لاکھ روپے رشوت دیکر جب وہ یہ سیٹ حاصل کرتا ہے تو روزانہ پانچ چھ ہزار روپے حرام کماتا ہے یوں کسٹم کو دیکھ لیں بہرحال رشوت سے شاید ہی کوئی محکمہ محفوظ ہو کیا یہ لوٹ کھسوٹ رشوت ستانی اور بدعنوانی مغربی جمہوری نظام کے تحفے نہیں

ہیں اسکے باوجود اس نظام کو بہترین اور عدل و انصاف پر مشتمل نظام کہنے والے شرم بھی محسوس نہیں کرتے یہاں تک اسلامی نظام اور مغربی جمہوری نظام کا میں نے مختصر تقابل کرنے کی کوشش کی ہے میں امید رکھتا ہوں کہ میری اس کوشش سے حق و انصاف کے متلاشی فائدہ اُٹھانے کی کوشش کریں گے اور اسلامی نظام کے خلاف جو محض مخالفانہ اور معاندانہ پروپیگنڈے انہوں نے سن رکھے ہیں ان کی حقیقت ان پر واضح ہو جائے گی۔

حرفِ آخر

گزشتہ صفحات میں اسلامی نظام کا تقابل خصوصاً مغربی جمہوری پارلیمانی نظام سے اور عموماً تمام نظاموں سے کیا گیا اس تقابلی مطالعے سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی کہ دنیا میں صرف اسلام ہی نظام عدل ہے اور اس کے نفاذ سے ہی ریاستِ عدل وجود میں آسکتی ہے لیکن یہ یاد رہے کہ اسلامی نظام کا مفاد اس کے مکمل نفاذ سے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے ادھورے اقدامات سے اسلامی نظام مفید ثابت نہیں ہو سکتا اسی طرح چند دفعات نافذ کر دینے سے بھی کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا اسلامی نظام کی کامیابی کا راز اور اصل اللہ تعالےٰ کا خوف ہے جو وہ مسلمانوں کے دلوں میں پیدا کرتا ہے اس خوف کے پیدا ہو جانے سے ہی بدی و بدکرداری کا خاتمہ ہوتا ہے اسی لیے یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ اسلامی نظام چلانے والے متقی اور خوفِ خدا رکھنے والے لوگ ہوں اگر اسلامی نظام کو چلانے کے لیے راشی بدعنوان اور بدکردار لوگ متعین کیے جائیں تو اسلامی نظام اپنی تمام تر خوبیوں کے باوجود مطلوبہ نتائج نہیں دے سکے

گا لہذا یہ ضروری ہے کہ اسلامی نظام نافذ کرتے وقت اس کے مزاج کے مطابق یعنی صالح پرہیزگار دیندار اور خوفِ خدا رکھنے والے لوگوں کو مقرر کیا جائے۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ اس ملک میں صرف اسلامی قوانین نافذ کر دینے سے ہی اسلامی عدل و انصاف برپا ہو جائے گا اور تمام انتظامی اور عدالتی مشینری کو جوں کا توں برقرار رکھ کر اس خوش فہمی میں مبتلا ہے تو شاید اس جتنا نادان شخص کوئی اور نہیں ہوگا اسلامی نظام کا مفاد حاصل کرنے کے لیے مکمل انقلاب کی ضرورت ہے چند قوانین بدلنے سے جو لوگ بغلیں بجا رہے ہیں وہ محض مسلمانوں کو دھوکہ دے رہے ہیں مکمل اسلامی نظام نافذ کرنے کے لیے ہر شعبۂ زندگی میں انقلابی اقدامات کی ضرورت ہے اور جب تک معاشرے کے کچھ ایسے افراد جو اسلامی نظام کے نفاذ کے متمنی ہیں میدانِ عمل میں نکل کر حالات کو بدلنے نیکی کے فروغ اور برائی کے خاتمے کیلئے تمام خطرات اور مصلحتوں اور مفادات سے بالاتر ہو کر جدوجہد شروع نہیں کر دیتے کامیابی ناممکن ہے ایک ایسا معاشرہ جو برائیوں کی آماجگاہ بن چکا ہے جس میں مصلحتوں کے تحت برائیوں کو نیکی کا نام دیا جاتا ہے جہاں قدم قدم پر فسق و فجور ہر شخص کی راہ روکے ہوئے ہے ظلم و تعدی نیچے سے لیکر اوپر تک جاری ہے چھوٹا عہدیدار چھوٹا چور اور بڑا عہدیدار بڑا چور ہے ہر شخص اپنے دائرہ کار میں مختارِ کل ہے نہ کوئی احتسابی عمل موجود ہے اور نہ ہی حدود قیود نہ کوئی قانون موجود ہے اور نہ ہی اسکی عملداری قائم ہے یہاں کا مروجہ قانون ہر روز نئی شکل اختیار کر لیتا ہے عدالتی فیصلے آرڈیننس ترامیم اسکی شکل مسخ کرنے کے ہر وقت درپے ہیں اسلامی قانون ہی ایک ایسا قانون ہے جسکو بدلنے کی نہ تو کسی کو اجازت ہے اور نہ ہی اس تبدیلی کو کوئی مسلمان قبول کر سکتا ہے لیکن اب تو یہ روح فرسا مناظر بھی سامنے آنے لگے ہیں شریعت آرڈیننس نافذ کرنے کے اعلان کے ساتھ ہی صدر صاحب نے بیرونی ممالک کے قرضوں پر سود اور اندرونِ ملک بیئرر بانڈ اور دیگر سودی تمسکات اور معاہدوں کو شریعت سے مستثنیٰ قرار دے دیا ہے اس کے باوجود ملک کے سرکاری اور درباری ملّاں ان اقدامات کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا رہے ہیں ہر سربراہ مملکت کو وہ امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین کے القابات سے نوازنے کے لیے ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے ہوتے ہیں سودی معاہدوں کو مستثنیٰ قرار دینے کا کیا کسی شخص کو اختیار حاصل ہے؟ کیا یہ مداخلت فی الدین نہیں ہے مصلحتوں کا شکار رہنے والے علماء اسلامی نظام کی راہ میں ہمیشہ رکاوٹ بنے رہے

ہیں لیکن اسلامی نظام کی تباہی ان کے لیئے پریشانی کا باعث نہیں بنتی حدود اللہ کی پامالی سے ان کے آنسو نہیں نکلتے اور ان کے جگر نہیں پھٹتے یونہی اوقاف و دیگر سرکاری اداروں میں موجود علماء کو موت کا انتظار نہیں کرنا پڑا بلکہ زندگی میں ہی کلمہ حق کہنے کے لیئے انکی زبانیں بند ہو گئی ہیں انکی قوت گویائی صلب ہو چکی ہے اور یہ چلتے پھرتے بھی مردہ ہیں اللہ تعالےٰ امت مسلمہ پر رحم فرمائے جب علماء ہی مصلحت پسند ہو جائیں تو پھر کون ہے جو اس بے دینی اور بے حیائی کے سیلاب کے سامنے رکاوٹ بنے گا باطل کے سامنے کون سینہ سپر ہو گا۔ سود جاری ہے حدود وتعزیرات کا اجراء نہیں ہوا عائلی قوانین جاری ہیں بیت المال کا قیام عمل میں نہیں آیا مال و دولت کی اندھی تقسیم ختم کرنے کا کوئی اقدام نہیں کیا گیا ظالمانہ ٹیکس جاری ہیں بلکہ روز بروز ان میں اضافہ ہو رہا ہے غربت و افلاس بیروزگاری اور بیکاری سے ملک کے غریب عوام جاں بلب ہو چکے ہیں ملکی وسائل اور دولت پر مقتدر طبقہ اور امراء قابض ہیں حقداروں کو انکے حقوق نہیں مل رہے ہے کلب چل رہے ہیں اسراف وتبذیر کا دور دورہ ہے فیشن کے نام پر ملک عیاشیوں کا مرکز بن چکا ہے بے پردگی عروج پر ہے فحاشی. فیشن بے حیائی اور بے پردگی نے اسلام کی بنیادوں کو ہلا دیا ہے شراب اور زنا نے اسلام کی تصویر بدل ڈالی ہے جواسٹہ علی الاعلان جاری ہے منشیات کا کاروبار زوروں پر ہے کسی شہری کی جان ومال اور عزت محفوظ نہیں ہے جب حکومتی ادارے محفوظ نہیں رہے تو عوام کی کیا حیثیت رہ گئی کتنے پولیس والے ڈاکے ڈالتے پکڑے گئے کتنے رہبر رہزن نکلے کتنے دیہاتوں کو ڈاکوؤں نے جلا دیا اور کتنے لوگ اغواء ہو جاتے ہیں کتنے افسوس کی بات ہے کہ حکومت خود رقم دے کر اور ڈاکوؤں کے مطالبات ملکی خزانے سے پورے کر کے یرغمالیوں کو رہا کراتی ہے سمگلنگ ملک کے اعلیٰ طبقوں کا کاروبار بن چکی ہے مخلوط تعلیم اور مخلوط ملازمتیں جاری ہیں صرف سودی کھاتوں سے زکوٰۃ کاٹی جاتی ہے ٹیکس بجلی فون سرکاری ٹھیکوں اور سرکاری اداروں ریلوے ٹرانسپورٹ اور نیم سرکاری اداروں میں چوری زوروں پر ہے عوام بھوکوں مر رہے ہیں اور حکام عیاشیوں میں مثالیں قائم کر رہے ہیں پچھلے دنوں سندھڑی میں ایک سرکاری دعوت کے لیے دو سو گاڑیاں کئی دنوں کے لیے چھ سو روپے یومیہ کرائے پر زبردستی مالکان سے حاصل کی گئیں یہ ایک دعوت پر اٹھنے والا ٹرانسپورٹ کا خرچ تھا جس میں صرف بجیرو گاڑیوں کا کرایہ اور تیل وغیرہ بارہ لاکھ روپے کے لگ بھگ خرچ ہوا کیا یہی غریبوں کی ترقی کے پانچ نکات ہیں اگر ایک ایک شعبہ کی حالت بیان کی جائے تو ممکن ہے کہ ہمیں غدار قرار دے دیا جائے

نی ثقافت کی سرپرستی حکومتی ادارے کر رہے ہیں ٹی وی کے اکثر پروگرام اور بالخصوص لیس سرزیر
میں قوم مسلم کی عفت مآب بیٹیوں اور بہنوں کو جس انداز میں بے حیائی کا درس دیا جا رہا ہے کیا یہی
اسلام ہے یا اسلام وہ تھا کہ ایک مسلم لڑکی ناہید کی آواز پر دمشق میں خلافت کے ایوانوں پر لرزہ طاری
ہو گیا بصرہ میں حجاج جیسا شخص کئی دن آرام سے سو نہ سکا اور ایک مسلمان بیٹی کی عزت کے تحفظ کے
لئے دمشق اور بصرہ سے دوڑنے والے گھوڑوں کے سواروں نے جب تک برہمن آباد اور اروڑ
کو خاک و خون میں نہلا دیا وہ آرام سے نہ بیٹھ سکے اسی قوم کی ماؤں بہنوں کی آج تذلیل کی جا رہی ہے۔
کیا پردہ ملازمت میں حائل ہے کیا میل جول سے پاک علیحدہ ادارے خواتین کے لیئے قائم نہیں ہو
سکتے کیا خواتین خود کسی ادارے کا نظم و نسق چلانے کی اہل نہیں ہیں ایسا انتظام کرنا کوئی مشکل نہیں اور
میں پورے دعوی سے یہ کہتا ہوں کہ مجبور خواتین کی اکثریت با پردہ ملازمتوں کی خواہاں ہے انہیں
اپنی اور اپنی قوم کی عزت کا خیال سختی سے دامنگیر ہوتا ہے بڑے افسروں اور وزیروں کی سیکرٹری
خواتین کو کیوں مقرر کیا جاتا ہے کیا انکے لیئے اور باعزت ملازمتیں نہیں ہیں کتنے ادارے ایسے ہیں
جنکو خواتین بغیر کسی احتیاج کے باحسن و خوبی چلا سکتی ہیں یہ اختلاط تو صرف حکومت کی ناقص پالیسی ہے
اور پھر یہی کچھ ٹی۔وی پر افسر اور اسکی خاتون سیکریٹری کے معاشقے دکھا کر قوم کو اس کی تربیت دی جاتی
ہے۔
آج صدر نے اسلامی آرڈیننس کی بات کی ہے تو اقتدار کے دیوانے سیاسی جماعتوں کے رہنمایوں
اچھل کود میں مصروف ہو گئے جیسے انکو بہت بڑی تکلیف ہو گئی ہے میں قوم مسلم کے اعتماد سے یہ کہنے
کی جرأت کر رہا ہوں کہ یہ سارے سیاسی لیڈر اخباری لیڈر ہیں ملکی طور پر جو حال انکی جماعتوں کا
ہے وہ کسی سے مخفی نہیں اگر صدر ضیاء ہی مکمل اسلامی نظام نافذ کر دیتے ہیں اور صحیح طور پر اسلام
کے راستے پر چل پڑتے ہیں تو میں اپنے تجربات اور قومی اسلامی جذبہ کے تناظر میں یہ کہنے کی جرأت
کر سکتا ہوں کہ قوم صرف اُسی کو لیڈر مانے گی جو اس ملک میں مکمل اسلامی نظام نافذ کرے گا پھر چند
بے دینوں کو سنبھالنے کے لیئے قوم کے غیور افراد خود ہی کافی ہیں لیکن اس سب کی توقع قوم سے تب
ہی کی جا سکتی ہے کہ ایک ہی دفعہ مکمل اسلامی نظام نافذ کرنے کا اعلان کر دیا جائے اور تمام شعبوں
میں انقلابی تبدیلیاں لائی جائیں بدعنوان لوگوں کی جگہ اچھی شہرت رکھنے والے لوگوں کو مقرر کیا جائے
اور جو جو چیز بھی اسلام کے خلاف ہے بغیر کسی مصلحت کے اُسے جڑوں سے اُکھاڑ پھینکا جائے۔

الیکشن چونکہ غیر اسلامی طریقہ انتخاب اور فساد کی جڑ ہے لہذا اسے فوراً ختم کیا جائے۔ اسلامی شوریٰ قائم کی جائے۔ مغربی جمہوریت سے ملک کو پاک صاف کر دیا جائے اور مکمل اسلامی نظام نافذ کیا جائے کیونکہ اس کے بغیر کوئی شخص مومن نہیں بن سکتا تمام اداروں کو ظلم سے پاک کیا جائے اور ان میں بنیادی تبدیلیاں لائی جائیں شرعی عدالتوں میں علماء کو بھی قاضی مقرر کیا جائے ہر قسم کے مقدمات کا فیصلہ آٹھ دنوں میں کرنے کا عدالتوں کو پابند کیا جائے امن و امان کو یقینی بنایا جائے قوم میں جذبہ جہاد بیدار کیا جائے ملکی وسائل کو سرمایہ داروں جاگیرداروں اور نوکرشاہی کی بجائے غریب عوام کی فلاح و بہبود پر صرف کیا جائے۔

یہی ہماری دعوت ہے ان ہی عزائم کے تحت تحریکِ اسلامی انقلاب وجود میں آئی ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ پاکستان کے مسلمان کس حد تک تحریک کا ساتھ دیتے ہیں اور وہ اپنی دنیا و عاقبت کو سنوارنے کے لیے کتنی جراٴت سے کام لیتے ہیں وقت کی ضرورت اسلامی نظام کا مکمل نفاذ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی زمین پر بادشاہت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے خاص کر دی جائے تاکہ ہر طرف عدل و انصاف کے چرچے ہوں وقت ضائع نہ کیجئے اٹھیے اور ہمارے ہم سفر بن جائیے

تحریک اسلامی انقلاب پاکستان

اس کتابچہ کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچائیں اور پڑھائیں

یہ آپکا تحریک اسلامی انقلاب کے ساتھ بہت بڑا تعاون ہوگا۔

تحریک کو مضبوط بنانے کے لئے

تحریک کے مقاصد سے

زیادہ سے زیادہ لوگوں کو روشناس کرائیں۔ جزاک اللہ

تحریک اسلامی انقلاب پاکستان

کے

اغراض و مقاصد

- مروّجہ غیر اسلامی طریقۂ انتخاب کا خاتمہ اور اسلامی طریقۂ انتخاب کا اجراء۔
- اسلامی نظام کا مکمّل نفاذ اور غیر اسلامی نظاموں کا خاتمہ۔
- مفت، فوری اور مؤثر انصاف کا یقینی حصول۔
- دولت و وسائل دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کا یکسر خاتمہ۔
- ذرائع ابلاغ عامہ کی مکمّل تطہیر۔
- امر بالمعروف نہی عن المنکر کا فوری اجراء۔
- جذبۂ جہاد کا احیاء، اور اس جذبے سے اسلامی نظریاتی سرحدوں کا تحفظ۔

مرکزی دفتر: تحریک اسلامی انقلاب نزد قمر العلوم ماری پور روڈ کراچی ۵۳ فون: ۷۱۰۵۱۸